وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر: ۲۲ شمارہ نمبر: ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ جون ۲۰۲۵ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmisl.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

آپریشن بنیان مرصوص اور پاکستان کی فتح مبین کے تقاضے	کلمۃ المدیر	۳
قومی فلسطین ودفاعِ پاکستان کانفرنس	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۷
حج: ایک عاشقانہ سفر	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی	۱۰
متن حدیث حل کرنے کے بنیادی اصول	مفتی محمد طارق محمود	۱۶
حضرت شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکورانی المدنی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا جنید اشفاق المکی	۲۰
مصنوعی ذہانت کی حقیقت، دائرہ کار اور اسکے شرعی احکام	مولانا بدر الحسن القاسمی (کویت)	۳۰
گناہ کا فلسفہ، دنیا وآخرت!	محمد عرفان ندیم	۳۸
پاکستان کی فتح	مولانا عبد القدوس محمدی	۴۰
جنگ کے بادل چھٹ گئے ہیں	اقبال لطیف	۴۲
مطالعے کی میز پر	محمد احمد حافظ	۴۵
حضرت مولانا حامد الحق حقانی شہید رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عرفان الحق حقانی	۴۸
تبصرہ کتب	محمد احمد حافظ	۵۴
اشاریہ ماہنامہ وفاق المدارس ۱۴۴۶ھ	محمد احمد حافظ	۵۷

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: 540 روپے

کلمۃ المدیر

آپریشن بنیان مرصوص اور پاکستان کی فتح مبین کے تقاضے

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

تمام حمد وصلوٰۃ اس ذات بے ہمتا کے لیے ہے جو اس کائنات کا مالک ومختار ہے۔ درود وسلام ہو حضور نبی الملحمہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی پاک آل پر اور آپ کے جاں نثار صحابہ پر!۔

گزشتہ ماہ پاکستان اور انڈیا کے مابین جنگ کا ایسا واقعہ پیش آیا جس نے عام تو عام لوگ عسکری ماہرین کو بھی حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ ۲۲/اپریل ۲۰۲۵ء کو مقبوضہ کشمیر کے علاقے پہلگام میں دہشت گردی کا ایک واقعہ ہوا جس میں اٹھائیس کے قریب جانیں چلی گئیں اور متعدد لوگ زخمی ہوئے۔ مودی سرکار نے بلا کسی تحقیق وتفتیش اور تامل کے فوراً اس واقعے کو پاکستان کے سر منڈھ دیا، بھارت میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے جنگی جنون کو پروان چڑھایا گیا۔ دھمکیوں کا نہ رُکنے والا سلسلہ چل نکلا، بھارت اپنی فورسز کو بمع جنگی ساز وسامان سرحدوں پر لے آیا۔ لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سرحد پر جھڑپوں کا آغاز کر دیا۔ اس دوران پاکستان نے بے مثال صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ذمہ دارانہ ریاست ہونے کا ثبوت دیا، اور کسی بھی ایسی کارروائی سے گریز کیا جس سے کشیدگی میں اضافہ ہو۔ صبر وتحمل کو پاکستان کی کمزوری سمجھتے ہوئے ۷/مئی کی شب انڈیا نے پاکستان کے چھ شہروں پر میزائل برسا کر باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا۔ ان سبھی شہروں میں زیادہ تر مساجد ومدارس کو نشانہ بنایا گیا۔ جن میں کئی بے گناہ شہری اور معصوم بچے شہید ہوئے۔

۱۰/مئی کو بھارت کی جانب سے اس کشیدگی اور جنگی جنون کا نکتہ عروج تھا، جب رات کی تاریکی میں بھارت نے پاکستان کے متعدد ائیر بیسز اور فوجی چھاؤنیوں کو نشانہ بنایا۔ اس سے قبل دو دن تک پاک سرزمین پر اسرائیلی ساختہ خودکش ڈرونز کی بارش کی گئی، لائن آف کنٹرول پر بھی گولہ باری کا سلسلہ تیز ہو گیا۔

بھارت کی اس کھلی جارحیت کے بعد ضروری ہو گیا تھا کہ اب اُس کو اُسی کی زبان میں دندان شکن جواب دیا جائے، چناں چہ افواج پاکستان نے صبح فجر کے وقت نعرۂ تکبیر کی گونج میں ''آپریشن بنیان مرصوص'' کا آغاز کرتے ہوئے بھارت پر زمینی اور فضائی حملے شروع کیے۔ فتح میزائلوں کے ذریعے بھارت کی متعدد ایئر فیلڈز کے علاوہ براہموس اسٹوریج سائٹ اور ایس 400 میزائل دفاعی نظام سمیت متعدد اہداف کو تباہ کر دیا گیا۔ بھارت کے پاور

گرڈ کے 70 فیصد حصے کو سائبر حملے میں ناکارہ بنا دیا گیا۔ بی جے پی کی آفیشل ویب سائٹ سمیت بیشتر بھارتی ویب سائٹس ہیک کر لی گئیں اور درجنوں مزید فوجی ٹھکانے تباہ کر دیے گئے۔

چشم فلک نے مدت بعد ایسا نظارہ دیکھا جسے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں، پاکستان کی بہادر افواج نے چند گھنٹوں میں بھارت کو دُھول چٹا دی، پاکستانی شاہینوں کے بے جگری سے کیے گئے حملوں سے بھارت بوکھلا گیا اور زمینی صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی۔ وہ جارح؛ جسے اپنی طاقت اور جنگی ساز و سامان پر بہت ناز تھا؛ حواس باختہ ہو کر اپنے آقاؤں کی منت سماجت پر اتر آیا کہ کسی طرح سیز فائر کروا کے اس یُدھ سے نکلا جائے۔ بہر حال دیر آید درست آید؛ بھارت کو سمجھ آ گئی کہ وہ اس قابل نہیں کہ کوئی بڑی جنگ چھیڑ سکے، بالآخر اُسے پیچھے ہٹنا پڑا۔

۱۰ رمئی ہفتے کی صبح فجر کے وقت شروع ہونے والے ''آپریشن بنیان مرصوص'' کی شکل میں ایسی نادر الوقوع پیش رفت ہوئی کہ جنگوں کی تاریخ میں جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ افواج پاکستان اس فتح مبین پر پوری قوم کی جانب سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ مبارک باد کی مستحق ہیں، وہ پاکستان کا فخر ہیں، پوری قوم کو اپنی افواج پر مان ہے۔

سود و زیاں کا حساب کر کے دیکھا جائے تو بھارت مکمل طور پر خسارے میں رہا، اسے شکست ہوئی، وہ غیر ذمہ دار ملک ثابت ہوا، اور وہ آج دن تک مسلسل دنیا بھر میں اپنی جگ ہنسائی کا سبب بنا ہوا ہے، جبکہ پاکستان ہر اعتبار سے نفع مند رہا ہے، مثلاً:

الف: دُنیا پر یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ پاکستان ایک ذمہ دار ایٹمی طاقت ہے اور وہ اسی ذمہ دارانہ حیثیت کی وجہ سے حتی الامکان جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ افواج پاکستان کی عسکری مہارتیں دنیا کی نامی گرامی افواج کے ہم پلہ ہیں اور وہ کسی بھی جنگی بحران سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں۔

ب: پاکستان کو دنیا بھر میں خصوصاً عالم اسلام کے حلقوں میں جو عزت و وقار اور پذیرائی ملی اس کی مثال نہیں ملتی۔ یقیناً اس کے بہترین معاشی اور اقتصادی فوائد پاکستان کو حاصل ہوں گے۔

ج: اس موقع پر اہل وطن میں جو ملّی اتحاد و یکجہتی اور شہادت کا جذبہ دیکھنے میں آیا وہ ہمارا قیمتی اثاثہ ہے۔ پوری قوم بھارت کے مقابلے میں اپنی افواج کی پشت پر کھڑی تھی۔ جس سے افواج پاکستان میں بھی ایک والہانہ جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا۔ وہ پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئی۔

آج موقع ہے کہ ہم یہاں اس سارے عمل کو اس طرح دیکھیں کہ:

اپریل مئی کے واقعات میں پاک فوج میں خصوصاً اور عامۃ الناس میں عموماً جہاد کا جو جذبہ نظر آیا اس کے پیچھے

پاک فوج کے موٹو ''ایمان،تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' کا احیا تھا۔ نائن الیون کے بعد ایک سابقہ آمر کے دور میں جب پاکستانی قوم کو سیکولر بنانے کے پراجیکٹ پر کام شروع ہوا تو افواج پاکستان کا ماٹو ''ایمان،تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' بھی پس منظر میں چلا گیا تھا۔حالیہ جنگ میں افواج پاکستان کی جانب سے خالص دینی اصطلاح ''بنیان مرصوص'' کے استعمال،حملوں سے قبل تکبیر کے نعروں اور مدد و نصرت الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ آغاز نے پوری امت پر ایک خوشگوار تاثر چھوڑا ہے۔

اس تاثر کا تقاضا ہے کہ اس فوج کو امت کی فوج بنانے کی سعی کی جائے۔وہ نہ صرف دفاعِ پاکستان کا فریضہ انجام دے بلکہ دنیا بھر میں جہاں کہیں مسلمان مقہور و مجبور ہیں؛ان کی دادرسی کی پوری کوشش کی جائے۔ہماری افواج کی تنظیم الحمدللہ ناقابل تسخیر اور مہارتیں ناقابل انکار ہیں۔وقت آ گیا ہے کہ اس قوت،تنظیم اور مہارت کو محض ایک چاردیواری تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ دوست مسلم ممالک کے ساتھ مل کر امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں استعمال کیا جائے۔

افواج پاکستان کے اس دینی رخ نے ایک مرتبہ پھر ان خفتہ حسرتوں کو بیدار کر دیا ہے جو پاکستان میں نفاذ شریعت کے حوالے سے ہر دلِ دردمند میں ہلچل مچاتی رہی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے،اس انعام کی شکرگزاری اسی طرح ممکن ہے کہ نظریہ پاکستان کی تکمیل کی جائے۔یہاں اسلام کا نظام عدل وانصاف،نظام اقتصاد و معاشرت نافذ کیا جائے،پاکستان کی اسلامی نظریاتی تشکیل کی طرف متوجہ ہوا جائے۔یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے،اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اس سلسلے میں بہترین رہنما ہیں۔

مگر کیا کیجیے کہ ہماری پارلیمنٹ بجائے نفاذِ شریعت کی طرف پیش قدمی کرنے کے اُلٹا شریعت مخالف بل پاس کر رہی ہے۔ابھی بھارت کے خلاف فتح پر مبارک سلامت کا شور نہیں تھما تھا کہ قومی اسمبلی نے ۱۸ سال سے کم عمر بچیوں کی شادی کو خلاف قانون قرار دینے کا بل پاس کر لیا۔اس سے قبل دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت بھی لازمی قرار دی جا چکی ہے۔کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں ہے؟۔یہ المیہ ہے کہ ہمارے ہاں مختلف پیرایوں میں نکاح کو مشکل جبکہ زنا اور اسباب زنا کو آسان کیا جا رہا ہے۔یہ سب پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے مترادف ہے،آہ! کس سے شکوہ کیجیے کس گلہ کیجیے؟۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے حکمران طبقے کو ہوش کے ناخن عطا فرمائے،اور قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کی توفیق دے؛اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو،آمین!۔

حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ کا سانحہ ارتحال

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی دفتر کے سابق ناظم، اور سابق ناظم عمومی حضرت مولا مفتی محمد انور شاہ صاحب ۱۲ مئی ۲۰۲۵ء مطابق ۱۴ رذی قعدہ ۱۴۴۶ھ کو انتقال کر گئے؛ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب کا تعلق علمی خاندان سے تعلق تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاصاحب درس نظامی کے ابتدائی درجات سے لے کر دورہ حدیث تک جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے وفاق المدارس العربیہ کے زیر اہتمام دور ہ حدیث کے سالانہ امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مہتمم جامعہ قاسم العلوم، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب، حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی، حضرت مولانا فیض احمد صاحب رحمہم اللہ ان کے اساتذہ تھے۔ دورہ حدیث کے امتحان میں اعلیٰ درجہ میں کامیابی پر محدّث عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی دعوت پر آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا اور تخصص فی علوم الحدیث کا دوسالہ نصاب ۱۹۶۶ء میں مکمل کیا، اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ سے مدرسہ جامع العلوم بھکر میں تدریس شروع کی تھی۔ اپریل 1968ء میں حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہ نے مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مدرس و نائب مفتی متعین فرمایا جہاں انہوں نے تدریس کے ساتھ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے زیر نگرانی ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری فرمائے۔ انہوں نے تب سے مفتی محمود صاحب کی 1980ء وفات تک 13 سال اور اس کے بعد بھی 1998ء تک جامعہ قاسم العلوم میں مدرس و مفتی کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب 1968ء سے 1998ء تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم امتحانات بھی تھے اور ناظم دفتر بھی۔ آپ یہ دونوں ذمہ داریاں نہایت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

جامعہ قاسم العلوم ملتان اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے خدمات کے انقطاع کے بعد انہوں نے لکی مروت شہر میں بنات کی تعلیم کے لئے جامعۃ الباقیات الصالحات قائم فرمایا تھا، آپ اس کے مہتمم، ناظم اور شیخ الحدیث تھے۔ جہاں سے ہزاروں بچیاں علوم کے زیور سے آراستہ ہوئیں اور یہ چشمہ فیض اب بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو تا قیام قیامت جاری رکھے اور اس کی حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے، ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے، اور ان کو جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

قومی فلسطین ودفاعِ پاکستان کانفرنس

27اپریل2025ء، مینارِ پاکستان لاہور

خطاب: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بعد الحمد والصلوٰۃ!

فرزندانِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج مینارِ پاکستان پر یہ عظیم الشان، فقید المثال اجتماع جو غزہ اور فلسطین کے مظلوموں کے ساتھ یکجہتی کے اظہار، ملتِ اسلامیہ کی بیداری، عالم اسلام کے حکمرانوں کو جگانے اور اسرائیل کی ظالم صیہونی حکومت کے ظالمانہ اور وحشیانہ ظلم وستم کے خلاف صدائے احتجاج کے لیے منعقد ہو رہا ہے۔

یہ اجتماع اس لحاظ سے اس موضوع پر ہونے والے تمام اجتماعات سے منفرد اور مثالی ہے کہ یہ الحمدللہ اتحادِ امت کا مظہر ہے، یہ متحدہ اجتماع ہے، اور میں قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس اجتماع کا اعلان جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام کرنے کا کراچی میں اعلان کیا تھا لیکن جب ہم نے اُن سے ملاقات میں عرض کیا اور یہ بات جب مشورے میں آئی تو شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی موجود تھے، ہمارے پاکستان اور عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے، ہم نے حضرت مولانا (فضل الرحمٰن صاحب) سے درخواست کی کہ لاہور کا یہ اجتماع جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام منعقد کرنے کی بجائے اتحادِ امت کے عنوان سے جو ایک مجلس آپ حضرات نے قائم کی ہے اس مجلس اتحادِ امت کے زیر اہتمام منعقد کیا جائے۔ تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے نہ صرف یہ کہ اس تجویز کو قبول فرمایا بلکہ اس کی تحسین فرمائی، چونکہ مجلس اتحادِ امت پاکستان کے بھی وہ روحِ رواں ہیں، اس کے بھی مؤسسین اور بانیوں میں شامل ہیں، اور انھوں نے اپنے واقعتاً قائد ملتِ اسلامیہ ہونے کا اپنے اس عمل سے ثبوت دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلسطین اور غزہ کے مظلوموں کے لیے ہماری مشترکہ اور متفقہ آواز بلند ہو۔

چنانچہ میں نے پھر حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم سے

درخواست کی کہ اس اجتماع میں آپ ضرور تشریف لائیے گا، اپیلیں بھی جاری کریں۔ میں نے اس سلسلہ میں محترم پروفیسر ساجد میر صاحب سے درخواست کی، قائد ملت اسلامیہ نے درخواست کی، اور پھر میں نے امیر جماعتِ اسلامی حافظ نعیم الرحمٰن صاحب سے درخواست کی کہ آپ نے بھی ماشاءاللہ آواز بلند کی ہے، ملک میں مظاہرے کر رہے ہیں، مگر یہ مشترکہ متفقہ متحدہ اجتماع ہونے جا رہا ہے، آپ اس میں تشریف لائیں۔ میں نے حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب سے درخواست کی، تنظیم اسلامی سے درخواست کی، جمعیت اہل حدیث سے درخواست کی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے عرض کیا، میں نے مجلس احرار اسلام سے درخواست کی۔ اسی طرح میں نے تمام مدارس کی تنظیموں سے درخواست کی۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ، وفاق المدارس السّلفیہ، اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، اور بہت سی جماعتوں کے تنظیموں کے نام وقت کے اختصار کی وجہ سے میں نہ لے سکا، وہ محسوس نہ فرمائیں۔ میرا فرض بنتا ہے کہ میں ان سب کا شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے ہماری اس درخواست کو قبول فرمایا اور آج کے اس عظیم الشان اجتماع کو رونق بخشی۔ اور نہ صرف پاکستان کو بلکہ عالم اسلام کو متفقہ آواز دی ہے۔ یہ اجتماع پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع ہے۔

میں یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کی عزت وحرمت، فلسطین کی آزادی، یہ صرف عربوں کا مسئلہ نہیں ہے، یہ صرف اہلِ غزہ اور فلسطین کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ تمام امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے، یہ عالم اسلام کا مسئلہ ہے، یہ پاکستان کا مسئلہ ہے، یہ سعودی عرب کا مسئلہ ہے، یہ انڈونیشیا اور ملائیشیا کا مسئلہ ہے، یہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ چونکہ مسجد اقصیٰ ہمارا قبلۂ اول رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا شرف حاصل ہوا ہے، مسجد اقصیٰ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر روانہ ہوئے ہیں، یہ ارضِ انبیاء ہے، یہ سرزمینِ انبیاء ہے، یہ وحیٔ الٰہی کے اترنے کی سرزمین ہے، اس لیے مسجد اقصیٰ کی آزادی اور حرمت، فلسطین کی آزادی اور حرمت، یہ ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ ہے، یہ صرف حماس کا مسئلہ ہے، نہیں! یہ ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔

دوسری بات کہ اسرائیل عالمی امن کے لیے خطرہ ہے، اسرائیل صرف غزہ پر قبضہ نہیں چاہتا، وہ صرف فلسطین پر قبضہ نہیں کرنا چاہتا، بلکہ وہ پورے مشرقِ وسطیٰ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، وہ تمام عرب ملکوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اسرائیل نعوذ باللہ نعوذ باللہ، مکہ اور مدینہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، وہ گریٹر اسرائیل کا خواب دیکھ رہا ہے، اس نے صرف غزہ اور فلسطین پر حملے نہیں کیے، وہ یمن پر حملہ کر رہا ہے، وہ شام پر حملہ کر رہا ہے، وہ لبنان پر بھی حملہ کر رہا ہے، وہ سعودی عرب کو بھی دھمکیاں دے رہا ہے، وہ کتنے ممالک کو دھمکیاں دے رہا ہے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں اسرائیل دہشت

گردریاست ہےاور عالمی عدالت انصاف نے نیتن یاہوکوجنگی مجرم قرار دیا ہے۔اور مجھے اس بات کا دکھ اور افسوس ہے کہ او آئی سی (اسلامی تعاون تنظیم) نے، پاکستان کی حکومت نے ہیومن رائیٹس کونسل میں فلسطینیوں کے حقِ دفاع کی مذمت کی ہے۔انھوں نے اپنے ملک کی آزادی کے لیے جو جدوجہد کی، اس کی مخالفت کی ہے۔ میں اس پر حکومتِ پاکستان کی مذمت کرتا ہوں۔اور آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی جھنڈے لہرا کر، ہاتھ لہرا کر حکومتِ پاکستان کے اس اقدام کی مذمت کریں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اسرائیل دہشت گرد ریاست ہے اور نیتن یاہو جنگی مجرم ہے، عالمی عدالت انصاف نے اس کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے ہیں، اس لیے ہم یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔

میرے دوستو اور بھائیو! ہم نے جو اسلام آباد میں (جہاد کے فتوے کے حوالے سے) اعلان کیا تھا، اس کے بعد مذاق اڑایا گیا اور کہا گیا کہ یہ لوگ غزہ میں فلسطین میں کیوں نہیں جاتے؟۔ یہ علماء اور مفتی وہاں جا کر اس جہاد کا حصہ کیوں نہیں بنتے؟۔ میں آج کے اس اجتماع میں اعلان کرنا چاہتا ہوں اور آپ کھڑے ہو کر تائید کریں کہ ہم سب جانے کے لیے تیار ہیں۔ کہو" تیار ہیں تیار ہیں، ہم سب جانے کے لیے تیار ہیں"۔ تم راستے میں رکاوٹ مت ڈالو، ہم جانے کے لیے تیار ہیں۔ ہم تو تمنا کرتے ہیں کہ بستر کی موت نہ آئے، میدانِ جہاد کی موت آئے، ہم تو شہادت کی تمنا کرتے ہیں، "**اللّٰھم ارزقنا شھادۃً فی سبیلک، اللّٰھم ارزقنا شھادۃً فی سبیلک**" اور تم ہمیں راستہ نہیں دے رہے، ان کو راستہ دے رہے ہو جو اسرائیل کی بولیاں بولتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان سے جو لوگ گئے ہیں ان کے خلاف اب تک کارروائی کیوں نہیں ہوئی؟ کیوں مقدمہ نہیں چلایا گیا؟

قائدین تشریف فرما ہیں، میں آپ سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو گے (ان شاء اللہ)، اسرائیل کا معاشی اور اقتصادی بائیکاٹ کرو گے۔ اور ان شاء اللہ اس کا ساتھ دینے والے ملکوں کا بھی بائیکاٹ کریں گے۔ اور آج ہندوستان پاکستان پر بے بنیاد الزام لگا رہا ہے، پاکستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے، یہ جہاں غزہ اور فلسطین کا دفاع کریں گے یہ ان شاء اللہ ابابیل پاکستان کا دفاع بھی کریں گے۔ ہم اپنے ملک کے دفاع کے لیے اپنی افواج کے ساتھ ہیں۔ قومی سلامتی کونسل کے فیصلوں کی تائید کرتے ہیں۔ اور میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکرگزار ہوں کہ ایک ہفتے کے نوٹس پر، چند دن کے نوٹس پر آپ تشریف لائے ہیں، بالخصوص جمعیۃ علماء اسلام، وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور تمام تنظیموں کا تمام جماعتوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ متحدہ اجتماع حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے اتفاق اور تائید کی بنا پر ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حج: ایک عاشقانہ سفر

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

حج کی فرضیت:

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے، جیسا کہ نماز، روزہ اور زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے؛ اس لیے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (سورہ آل عمران، آیت: ۹۷) ترجمہ: "اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو؛ تو اللہ تعالیٰ تمام جہاں والوں سے غنی ہیں"۔

یہ آیت کریمہ حج کی فرضیت کے حوالے سے نص قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے:

"بُنِيَ الإِسلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۸) ترجمہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"۔

ایک عاشقانہ سفر:

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل وعیال، دوست و رشتہ دار اور مال و دولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی و بچے اور رشتے دار واقارب کو چھوڑ کر اور مال و دولت خرچ کر کے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج و زیارت پر ابھارا، مہبط وحی و رسالت کے دیدار کا شوق بھی دلایا ہے اور سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر و

ثواب متعین فرمایا ہے کہ سفرِ حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے۔ ذیل کے سطور میں، حج کا اجر وثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں، ملاحظہ فرمائے!

حج انتہائی نیک عمل ہے:

حضرت ابوہریرہ -رضی اللہ تعالی عنہ- بیان کرتے ہیں:

"سُئِلَ النَّبِيَّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ" (بخاری شریف) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا: "حج مبرور"۔

حج مبرور کیا ہے؟

وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔ وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔ وہ حج جس میں کوئی ریا اور شہرت مقصود نہ ہو اور جس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔ وہ حج جس سے لوٹنے کے بعد گناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے۔ وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کے سلسلہ میں دلچسپی دکھائے۔

حج مبرور کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العُمْرَةُ إِلَى العُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحَجُّ المَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الجَنَّةُ" (بخاری شریف ومسلم شریف) ترجمہ: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان (گناہوں) کا کفارہ ہے، جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے"۔

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے:

ابن شِماسہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے، پھر انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کیے۔ پھر انھوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا: جب اللہ نے میرے قلب کو نورِ ایمان سے منور کرنا چاہا؛ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا دستِ مبارک پھیلائیں؛ تا کہ میں بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ پھر

میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا: میری مغفرت کردی جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبلَهُ"؟ (مسلم شریف) ترجمہ:"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام (قبول کرنا) پہلے (کے تمام گناہوں) کومٹا دیتا ہے؟ ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے (کے کیے ہوئے گناہوں) کومٹا دیتا ہے"۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّه" (بخاری شریف) ترجمہ:"جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا؛تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہوکر اپنے گھر اس طرح) لوٹا،جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو"۔

"رفث" کا معنی جماع،ہم بستری اور جو کچھ بھی شوہر و بیوی کے درمیان حالت جماع میں ہوتا ہے،جیسے بوس و کنار وغیرہ کے ہیں۔ابو عبیدہ نے فرمایا:"رفث" کا مطلب "فحش کلامی" ہے۔پھر کنایۃ جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔(الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ ۲۲/ ۲۷۵)

مسئلہ: حالت احرام میں جماع کرنا فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِ۔(سورہ بقرہ) ترجمہ:"سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے،تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے"۔

مسئلہ: اگر کسی نے حالت احرام میں عمدا (جان بوجھ کر) جماع کیا ہو؛تو اس کا حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا۔اگر کسی نے حالت نسیان (بھول) میں جماع کیا ہو؛تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں بھی حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا؛لیکن شافعیہ کے نزدیک حج فاسد نہیں ہوگا؛بل کہ صرف کفارہ لازم ہوگا۔(الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ:۲۲/ ۲۷۶-۲۷۷)

"فِسُق" سے مراد معاصی و گناہ ہے۔"كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر و کبائر (چھوٹے اور بڑے): سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے"۔(فتح الباری ۳/ ۳۸۲-۳۸۳)

بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ

وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ (السنن الکبری للنسائی، حدیث:۳۵۹۲، مسند احمد، حدیث:۹۴۵۹، السنن الکبری للبیہقی، حدیث:۸۷۵۹) ترجمہ:"بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد: حج اور عمرہ ہے"۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَلاَ نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: "لَكِنَّ أَحْسَنَ الجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ "فَلاَ أَدَعُ الحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (بخاری شریف) ترجمہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور غزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج: حج مبرور ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؛ تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں"۔

حج افضل جہاد ہے:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: يَا رَسُولَ اللهِ! نَرَى الجِهَادَ أَفْضَلَ العَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ قَالَ: "لاَ، لَكِنَّ أَفْضَلَ الجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ" (بخاری شریف، السنن الکبری للبیہقی) ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے"۔

فقر اور گناہ کو مٹانے والے اعمال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَدِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ" (المعجم الاوسط) ترجمہ: "حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کر دیتی ہے"۔

ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ المَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الجَنَّةُ" (ترمذی شریف) ترجمہ: "حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔

برائے حج خرچ کرنے کی فضیلت:

ابو زہیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النَّفَقَةُ فِی الْحَجِّ کَالنَّفَقَةِ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ" (مسند احمد، شعب الایمان) ترجمہ: "حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح، (جس کا ثواب) سات سو گنا تک ہے"۔

حاجیوں کی دعائیں:

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰہِ تَعَالٰی یُعْطِیهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ، وَیَسْتَجِیبُ دُعَاءَهُمْ، وَیَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَیُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفَ ضِعْفٍ" (اخبار مکۃ للفاکہی، حدیث: ۹۰۲) ترجمہ: "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "الْغَازِی فِی سَبِیلِ اللّٰہِ، وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰہِ، دَعَاهُمْ، فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ" (ابن ماجہ، حدیث: ۲۸۹۳)

ترجمہ: اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انھیں بلایا؛ لہٰذا انھوں نے اس پر لبیک کہا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے"۔

حج کرنے میں جلدی کیجیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تَعَجَّلُوا إِلَی الْحَجِّ - یَعْنِی: الْفَرِیضَةَ - فَإِنَّ أَحَدَکُمْ لَا یَدْرِی مَا یَعْرِضُ لَهُ" (مسند احمد، حدیث: ۲۸۶۷) ترجمہ: "حج یعنی فرض حج میں جلدی کرو؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے"۔

حج نہ کرنے پر وعید:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَی بَیْتِ اللّٰہِ وَلَمْ یَحُجَّ فَلَا عَلَیْهِ أَنْ یَمُوتَ یَهُودِیًّا، أَوْ نَصْرَانِیًّا، وَذَلِکَ أَنَّ اللّٰہَ یَقُولُ فِی کِتَابِهِ: "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْهِ سَبِیلًا" (آل عمران: ۹۷) (ترمذی شریف) ترجمہ: "جو شخص اتنے توشہ اور سواری کا مالک ہو جائے، جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے؛ تو اس کے لیے کوئی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا، اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رَجُلًا إِلَی هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْیَنْظُرُوا إِلَی کُلِّ رَجُلٍ ذِی جِدَةٍ لَمْ یَحُجَّ، فَیَضْرِبُوا

عَلَیْھِمُ الْجِزْیَۃَ، مَا ھُمْ مُسْلِمِینَ، مَا ھُمْ مُسْلِمِینَ" (السنۃ لابی بکر بن الخلال ۵ / ۴۴) ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو ان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛ (کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

حرفِ آخر:

حج کے اجر وثواب جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج وعمرہ کا شوق دلانے کے لیے کافی ہیں۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ خود کو حج وعمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں؛ کیوں کہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں وسیئات سے مغفرت کے سخت محتاج ہیں۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ کاغذ کی ایک ناؤ ہے، جہاں تک پہنچ جائے غنیمت ہے۔ آپ کی یہ ڈیڑھ دن کی زندگی چلی گئی؛ تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی۔ پھر حج کرنے میں کیوں تاخیر!۔

علمِ حدیث کی نزاکت اور قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کا اندیشہ

حدیث کا علم اتنا آسان نہیں ہے، جتنا آج سمجھ لیا گیا ہے، یہ کوئی کھیل نہیں ہے کہ ہر کوئی تجربہ کرنے کے لیے میدان میں کود پڑے، یہ تو ایک بہت وسیع اور پر خار میدان ہے کہ اگر آدمی فقیہ نہ ہو تو قدم قدم پر اس کے ٹھوکر کھانے، بلکہ بھٹک جانے کا اندیشہ ہے۔ مشہور محدث وفقیہ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: **الحدیث مضلة الا للفقهاء** یعنی اگر آدمی فقیہ نہ ہو تو حدیث اس کے لیے راستہ بھٹک جانے کا سبب ہو سکتی ہے۔ اسی طرح حدیث وفقہ کے ایک بڑے عالم، جن کا شمار امام مالکؒ اور امام لیث بن سعدؒ کے مایہ ناز اور جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے، یعنی امام عبد اللہ بن وہب مصریؒ، وہ فرماتے ہیں: **الحدیث مضلة الا للعلماء** یعنی علماء کے علاوہ دوسرں کے لیے حدیث بہکنے کا سبب بن سکتی ہے۔ بلکہ خود امام مالکؒ فرماتے ہیں: **کثیر من هذه الأحادیث ضلال** یعنی بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی میں فہم وذکاوت نہ ہو تو وہ ان سے بھٹک سکتا ہے۔ (مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی۔ فقہی اختلاف کی حقیقت، سلف کا موقف اور ہمارا طرزِ عمل/صفحہ: ۱۸ / ۱۹ / مطالعاتی پیشکش: طارق علی عباسی)

متن حدیث حل کرنے کے بنیادی اصول

مفتی محمد طارق محمود

استاذ جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

حدیث کی سند کا ثمرہ اور مطلوب اس کا متن ہوتا ہے۔ متن کی مراد سمجھنے میں ہمیں بسا اوقات دشواری پیش آتی ہے۔ یہاں اس کے اسباب اور ان کے حل کے بارے میں اہل علم کا کلام پیش کیا جا رہا ہے۔

۱: حدیث کا اسلوب بیان: مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ تر احادیث کی حیثیت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلسی ارشادات اور افادات ہیں یا آپ کے سامنے پیش ہونے والے سوالات کے جوابات ہیں یا کسی وقتی مسئلہ سے متعلق ہدایات اور تنبیہات ہیں۔ اس لیے اس موقع و ماحول اور مخاطبین کے احوال و خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر ان کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر احادیث کی اس حیثیت کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور مصنفین کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرح ان پر بھی غور کیا جائے تو طرح طرح کی الجھنیں اور شکوک پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نکتہ ملحوظ رکھا جائے تو ان شاء اللہ کوئی الجھن اور کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوگا۔ (معارف الحدیث: ۱/ ۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر حدیث کو ایک مستقل ہدایت اور نصیحت کے طور پر دیکھنا چاہیے، اور اس وقت کے خاص پس منظر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۲: روایت حدیث کی دو اہم خصوصیات: روایت بالمعنیٰ اور اختصار : حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذلک هو الذی تشهد به احوال الصحابة والسلف الاولين وكثيرا ما كانوا ينقلون معنى واحدا فی امر واحد بالفاظ مختلفة وماذلك الا لان معولهم كان على المعنى دون اللفظ ۔ (مقدمۃ ابن صلاح: ص ۲۱۴) صحابہ اور سلف اولیین کے احوال سے روایت بالمعنیٰ کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک واقعے کو مختلف الفاظ میں نقل کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ معنیٰ محفوظ رکھتے تھے نہ کہ لفظ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نقل بالمعنیٰ بہ غیر الفاظ شائع ذائع ہے۔ (تالیفات رشیدیہ: ص ۲۳۷)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: روایت بالمعنیٰ اور اختصار روایت میں تفقہ کی اشد ضرورت سمجھی گئی ہے، جس کا اقرار خود محدثین کو بھی ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام: ۳/ ۵۵) اختصار روایت میں بعض دفعہ ایسا تغیر ہو جاتا ہے کہ حدیث کا سیاق سباق کے معارض ہو جاتا ہے۔ (مثلاً دیکھیے: مکتوبات شیخ الاسلام: ۳/ ۵۳ - ۵۵)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الحدیث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحدیث یفسر بعضه بعضا**۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۲/ ۲۱۲) حدیث کے طرق جب تک اکٹھے نہیں کرو گے اسے سمجھ نہیں سکو گے اور حدیث (کے طرق) ایک دوسرے کی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وکثیرا ما یکون القید مذکورا فی بعض الطرق ،ویغفل عنه الناس ویقعون فی الاشکالات**۔ (فیض الباری: ۶/ ۵۷، باب ما یذکر فی الطاعون) بسا اوقات قید کی ایک طریق میں مذکور ہوتی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہوتے ہیں اور اشکالات میں پڑتے ہیں۔

اختصار روایت کی وجہ سے کبھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ ہر راوی روایت کا کچھ حصہ بیان کر دیتا ہے جو دوسرا بیان نہیں کرتا۔ یعنی **ذکر کل مالم یذکره الآخر**۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذه قاعدة مهمة وکان من المهم ان یعتنی بها ارباب المصطلح ولکن اغفلوها وقدتعرض لها الحافظ فی الفتح اکثر من موضع**۔ (معارف السنن: ۶/ ۴۳۲) یہ اہم قاعدہ ہے۔ ارباب مصطلح کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے تھا لیکن انھوں نے اسے چھوڑ دیا۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ایک سے زائد جگہوں پر اس کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والاصل عدم التعدد مع اتحاد المخرج**۔ (فتح الباری: ۹/ ۲۶۴) حدیث کا مخرج ایک ہونے کی صورت میں اصل عدم تعدد ہے۔

۳: تعامل کو ملحوظ رکھنا: روزمرہ پیش آنے والے امور میں اصل قرون ثلاثہ کا عملی رواج ہے۔ یہاں تعامل چھوڑ کر اخبار آحاد پر اکتفاء کر لینا درست نہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ولیس الطریق ان یبنی الدین علی کل لفظ جدید بدون النظر الی التعامل۔ ومن یفعل ذلک لا یثبت قدمه فی موضع ویخترع کل یوم مسئلة فان توسع الرواة معلوم واختلاف العبارات والتعبیرات غیر خفی فاعلمه۔۔۔۔فلا بد ان یراعی مع الاسناد التعامل ایضا ، فان الشرع یدور علی التعامل والتوارث**۔ (فیض الباری: ۲/ ۲۳۷، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصّف) اور یہ طریقہ درست نہیں کہ ہر نئے لفظ پر حکم کی بنیاد رکھی جائے تعامل سے قطع نظر کر کے۔ جو ایسے کرے گا اس کا پاؤں کہیں جمے گا نہیں۔ وہ روزانہ نیا مسئلہ نکالے گا۔ کیونکہ رواۃ کا توسع معلوم ہے اور عبارات والفاظ کا اختلاف مخفی نہیں۔ پس اسے جان لو!۔۔۔۔پس سند کے ساتھ تعامل کی رعایت رکھنا ضروری ہے، کیونکہ شریعت کا دارومدار تعامل وتوارث پر ہے۔

۴: مجلس اول کے قرائن کا استحضار: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کسی مجلس میں کوئی کلام ہوتا ہے تو اس مجلس میں بعض قرائن ایسے ہوتے ہیں جن سے متکلم کی مراد بخوبی واضح

ہوجاتی ہے جیسے کلام کا سابق ولاحق ،قرائن حال ،الفاظ کا تقدم وتاخر ،لب ولہجہ آنکھ ،سر یا ہاتھ کی حرکت ۔اگر چہ الفاظ میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوتا ہے ، پھر جب وہ کلام تحریری یا زبانی نقل کیا جاتا ہے اوران قرائن میں سے بعض بالکل ختم ہوجاتے ہیں تو اس وقت اسی کلام سے متکلم کی مراد مخفی ہوجاتی ہے اور معنی غیر مراد متبادر ہوجاتے ہیں ۔اس طرح دوسری مجلس کے سامعین اس کلام کے وہ معنیٰ متعین کر لیتے ہیں جو کہ متکلم کی مراد نہیں تھے ۔مگر مجلس اول کے حاضرین اوران حاضرین سے سننے والے مراد متکلم جانتے ہیں اور دوسرے متبادر معنی کو غلط سمجھتے ہیں ۔اور مجلس اوّل کے بھی وہ حاضرین جن کو ان قرائن سے ذہول ہوا ہے وہ معنی غیر مراد سمجھ جاتے ہیں ۔ یہ قاعدہ نہایت کارآمد اور نہایت صحیح ہے ۔اوراحادیث میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں ۔اوراس قاعدہ کے ذہول سے بہت اختلافات علماء میں پیدا ہوگئے ہیں ۔(تالیفات رشدیہ :ص ۱۸ا بتسہیل واختصار)للہ در الشیخ ثم للہ درہ ،مااادق نظرہ ،وما اسدفہمہ !!اوراب مجلس اول کے قرائن کے استحضار کی صورت یہی ہے کہ سب طرق اکٹھے کیے جائیں ،مرفوعات کے ساتھ موقوفات ومقطوعات کو بھی ملایا جائے اور تعامل کو بھی پیش نظر رکھا جائے ۔

۵: خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دینا ضروری ہے: دلائل کے مرتبے مختلف ہوتے ہیں ۔ان کی رعایت رکھنا ضروری ہے ۔بعض دفعہ خبر واحد کے ظاہری معنی قرآن مجید کے خلاف ہوتے ہیں ۔ایسی صورت میں خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دی جاتی ہے یا اسے ترک کردیا جاتا ہے ۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں نسیان یا خطا کی) تاویل کرنے اور آیت سے دلیل لینے سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کو کتاب اللہ سے تطبیق دینا ضروری ہے ورنہ اس کے مقابلے میں اسے چھوڑ دیا جائے گا ۔(دیکھیے : الکوکب الدری : ۲/ ۱۷۸)

۶: احتمال غیر ظاہر کا اعتبار نہیں: حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے شملہ کو بین الکتفین چھوڑتے تھے ۔ایک طالب علم نے شملہ کو آگے سینہ پر ڈال کر کہا کہ بین الکتفین اس طرح بھی تو ہوسکتا ہے ۔مولانا (محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ) نے فوراً اس کی پگڑی گھما کر اور شملہ بالکل ناک کے سامنے لٹکا کر فرمایا کہ بین الکتفین یوں بھی تو ہوسکتا ہے ۔مطلب یہ کہ حدیث وقرآن میں ایسے احتمالات غیر ظاہرہ کا اعتبار نہیں ۔(ملفوظات حکیم الامت : ۱۱/ ۲۴۲)

۷: حدیث کا اصلی مدلول: حضرت مولانا محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : قرآن وحدیث کا مدلول جو بے تکلف ماہر کے ذہن میں آئے وہ صحیح ہے ۔اس کے بعد اپنے اہواء کی نصرت ہے ۔(ملفوظات حکیم الامت : ۸۹/۲۳)اور فرمایا : صحبت (اولیاء اللہ کی) تو وہ چیز ہے کہ اس سے ذوق صحیح پیدا ہوکر قرآن وحدیث کا مدلول سمجھ

میں آنے لگتا ہے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۴/ ۲۵۲) اور ارشاد ہے: مفتی الٰہی بخش صاحب رحمہ اللہ حضرت سید (احمد شہید) صاحب رحمہ اللہ کے معتقد خاص تھے۔کسی کے سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کے تعلق سے پہلے بھی قرآن وحدیث پڑھے ہوئے تھے۔اب بھی وہی قرآن وحدیث پڑھتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہی قرآن وحدیث پہلے اورطرح کا نظر آتا تھا اب اورطرح کا نظر آتا ہے۔سو یہ چیز بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے۔مگر افسوس اتنی بڑی چیز کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں اور صحبت اختیار نہیں کرتے۔بڑا ناز ہے علم پر کہ ہم عالم ہو گئے! یاد رکھو بدوں اپنے کو مٹائے کچھ نہیں ہوتا!(ملفوظات حکیم الامت: ۴/ ۳۵۶) اور فرمایا: حقیقت میں علم وہ ہے جو تقوی سے بڑھتا ہے۔(خطبات حکیم الامت: ۲/ ۲۲۱) یعنی علم کی حقیقت قرآن وحدیث کی صحیح سمجھ ہے، نہ کہ معلومات یاد ہو جانا۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فلیس العلم بکثرة الروایة ولا بکثرة المقال، ولکنه نور یقذف فی القلب یفهم به العبد الحق ویمیز به بینه وبین الباطل ،ویعبر عن ذلک بعبارات وجیزة محصلة للمقاصد۔** (بیان فضل علم السلف :ص ۵۸) تو علم کثرت روایت سے نہیں آتا اور نہ زیادہ بولنے سے۔لیکن وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے آدمی حق سمجھ لیتا ہے اور اس کے اور باطل میں فرق کر لیتا ہے اور اس کو مختصر الفاظ سے تعبیر کر لیتا ہے جو مقاصد ادا کرنے والے ہوں۔

۸: احادیث میں مذکور اعمال کی خاصیتوں کے معانی: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن وحدیث میں جو مختلف اعمال واحوال کی خاصیتیں مذکور ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں فی نفسہ یہ خاصیت ہے۔باقی اگر کوئی معارض قوی ہوا تو ظاہر ہے کہ اس معارض کا اثر غالب ہو جائے گا۔غرض ان میں اثر ضرور ہے بشرطیکہ کوئی معارض قوی نہ ہو۔یہ حضرت مولانا (محمد) یعقوب صاحب کی تحقیق ہے جو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھی۔سبحان اللہ قرآن وحدیث پڑھے تو ایسے سے پڑھے۔دیکھیے اس تحقیق سے ہزاروں بلکہ لاکھوں نصوص جن میں مختلف اعمال واحوال کے فضائل مذکور ہیں حل ہو گئیں۔(ملفوظات حکیم الامت: ۹/ ۱۷۴، ۱۷۵)

۹: حدیث میں بعض چیزیں بطور مروت مذکور ہوتی ہیں: بعض اشیاء احادیث میں آتی ہیں لیکن وہ مروت وحسن معاملہ کے طور پر ہوتی ہیں۔ان سے کوئی عام فقہی حکم نہیں لینا چاہیے۔(دیکھیے: فیض الباری: ۲/ ۷۸)

۱۰: مخاطب کی خصوصیت کے لحاظ سے ارشاد: بعض دفعہ مخاطب کی خصوصیت کے لحاظ سے جواب ہوتا ہے۔جیسے مثلاً افضل عمل کے سوال کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔ان کی وجہ مخاطب کی خصوصیت ہے۔(دیکھیے: فتح الباری: ۲/ ۹)

حضرت شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکورانی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۸۱-۱۱۴۵ھ/۱۶۷۰-۱۷۳۳ء)

مولانا جنید اشفاق اٹکی

برصغیر پاک و ہند میں تقریباً ہر حدیث کی سند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے واسطے سے ہوتی ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ علم حجاز سے برصغیر منتقل کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریباً تمام اسناد حضرت شیخ ابوطاہر المدنیؒ کے واسطے سے ہوتی ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔ ان اسناد حدیث میں آنے والی ہر ہر شخصیت علوم و معارف کی درخشاں تاریخ ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ہر ہر شخصیت پر مستقل تعارفی مضمون پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ مضمون حضرت شاہ صاحبؒ کی سندِ حدیث میں آنے والی پہلی شخصیت، آپ کے استاد اور شیخ و مرشد حضرت شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم المدنیؒ کے بارے میں ہے۔

نام ونسب:

آپ کا معروف نام محمد اور کنیت ابوطاہر ہے۔ پیدائش ۲۱ رجب ۱۰۸۱ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (سلک الدرر، ج:۴،ص:۳۵)

حضرت ابراہیم بن حسنؒ آپ کے والد اور شیخ و مرشد ہیں، شیخ احمد قشاشیؒ نے علم وتقویٰ کی بنا پر حضرت ابرہیم بن حسنؒ کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دی تھی۔ حضرت شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم المدنیؒ کی پیدائش حضرت شیخ قشاشیؒ کی اسی صاحبزادی کے بطن سے ہوئی تھی۔

اپنے والد اور نانا سے آپ کی دہری نسبتیں ہیں، آپ کے والد آپ کے استاد اور شیخ و مرشد ہیں اسی طرح آپ کے نانا آپ کے والد ماجد کے استاد اور شیخ و مرشد ہیں، آپ کی حدیث کی سند دیکھی جائے تو پہلا نام آپ کے والد اور دوسرا نام آپ کے نانا کا نظر آتا ہے اور خرقہ خلافت کی طرف نظر کی جائے تب بھی پہلا نام آپ کے والد اور دوسرا نام آپ کے نانا کا دکھائی دیتا ہے۔

آپ کے والد اور نانا دونوں ہی اپنے وقت کے بڑے محدث اور بزرگ ہیں۔ آپ کے والد کبھی بغداد، شام

اور مصر میں معرفت الٰہی کی تلاش میں سرگرداں تو کبھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چھاؤں میں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے پڑھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، نانا خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن مجید سنا دیتے ہیں، ان کی علم، بزرگی اور کرامات کے چرچے لوگوں کو بھلائے نہیں بھولتے۔ الغرض ددھیال اور ننھیال دونوں ہی ایسے میسر تھے جن سے علمی اور روحانی نسبتیں جوڑنے کے لیے اطراف عالم سے لوگ دوڑے چلے آرہے تھے اور وہ نسبتیں آپ کو گھر کے آنگن میں نصیب ہو رہی تھیں۔

آپ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

محمد بن ابراهيم بن حسن بن شهاب الدين الكردى الشهروزى المدنى الشافعى الشهير بالكورانى (معجم المؤلفین ج:8 ص:196)

حضرت شیخ عبدالحلیم چشتیؒ نے اپنی کتاب فوائد نافعہ میں شیخ ابراہیم بن حسنؒ کے پوتے کے حوالے سے آپ کا نام محمد عبدالسمیع نقل فرمایا ہے۔ (فوائد نافعہ ص:۴۱۶)

حضرت شیخ عبدالحلیم چشتی صاحبؒ کے اس قول کی تائید شیخ عبدالحی الکتانیؒ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

وقفت على تحليته منقولة عن خط ابن الطيب الشركي: ب " الصالح الفاضل المشارك الدراكة مسند الحرمين الشريفين أبي طاهر محمد عبد السميع بن أبي العرفان إبراهيم(فہرس الفہارس ج۱، ص:۴۹۵)

ان دونوں حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا اصل نام ''محمد عبدالسمیع'' تھا تاہم کتب میں اکثر و بیشتر آپ کا نام محمد بن ابراہیم ہی نقل کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے آپ کا اصل نام محمد عبدالسمیع ہو اور آپ اپنے نام کے صرف پہلے حصے محمد سے بلائے جاتے ہوں۔ اس لیے کسی جگہ محمد بن ابراہیم اور کسی جگہ محمد عبدالسمیع بن ابراہیم نام نقل کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ نسلاً کرد قبیلے کی شاخ کوران سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوران قبیلہ شہرزور، شہر میں آباد تھا۔ آپ کے والد ابراہیم بن حسنؒ کی پیدائش اسی شہر میں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ کے والد مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تھے، اور آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہی ہوئی تھی۔ اس تمام پس منظر کی وجہ سے آپ کو ''الکردی، الکورانی، الشہر زوری، المدنی'' کی نسبتوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان تمام نسبتوں میں الکورانی کی نسبت سے آپ زیادہ معروف ہیں۔

تاج العروس میں کوران اور شہرزور کے حوالے سے ذیل کی تفصیل موجود ہے:

کوران (ضمہ کے ساتھ)، کردوں کا قبیلہ ہے، اس قبیلے میں محدثین علماء کرام کافی تعداد میں پیدا ہوئے، ان میں سب سے آخری ہمارے شیوخ کے شیخ علامہ ابوالعرفان ابراہیم بن حسن تھے۔

شھر زور (زبر کے ساتھ)، زور بن ضحاک کا بسایا ہوا شہر ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے۔ آج کل اربل اور ہمذان کے مابین پہاڑوں میں واقع کھلا علاقہ ہے، اس کے رہنے والے سارے کے سارے کرد ہیں..... ... متاخرین میں شیخ ابراہیم بن حسن بھی اسی علاقے کی طرف منسوب ہیں۔ (تاج العروس (ک ور۔ ش ہ ر))

تعلیم وتربیت:

آپ ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھول رہے تھے جو گھرانہ علم ومعرفت میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپ کو اپنے والد کی صورت میں عظیم شیخ اور بہترین معلم گھر کی دہلیز پر دستیاب تھا۔ آپ نے بسم اللہ اپنے والد کی آغوش ہی میں کی تھی۔

صاحب ''سلک الدرر'' لکھتے ہیں:

آپ نے والد کی آغوش میں پرورش پائی، قرآن کریم پڑھا اور علم حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد سے مختلف علوم پڑھے تھے۔ (سلک الدرر، ج: ۴، ص: ۳۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ آپ کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

> .... آپ نے کتب عربیہ کی تعلیم سیبویہ وقت سید احمد ادریس مغربی سے حاصل کی ... .فقہ شافعی کی تعلیم شیخ طولونیؒ سے، معقولات روم کے مشہور زمانہ متبحر عالم منجم باشی سے، اور علم حدیث اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ شیخ حسن عجمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بہت استفادہ کیا۔ ان کے بعد شیخ احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بصری کی خدمت میں پہنچے اور شیخ عبداللہ بصری سے شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی اور انہی سے مسند امام احمد دو ماہ سے کم عرصے میں سنی۔ اس کے علاوہ آپ نے وقتاً فوقتاً حرمین شریفین میں باہر سے آنے والے علماء ومشائخ سے بہت کچھ حاصل کیا، ان میں ایک شیخ عبداللہ لاہوری تھے جن سے آپ نے ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کی کتابیں روایت کیں اور ان کا سلسلہ شیخ عبداللہ لبیب کے ذریعے خود مولانا تک پہنچا ہے۔ اس طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی

کتابیں بھی آپ نے اسی واسطے سے پڑھیں۔مولانا سیالکوٹی نے خود ان سے ان کتابوں کی روایت کی اجازت لی تھی، اوران میں سے شیخ سعید کوکنی سے بھی آپ نے بعض عربی کتابیں اور فتح الباری کا چوتھا حصہ پڑھا۔''

(مجموعہ رسائل حضرت شاہ ولی اللہ، ج:۳،ص:۴۷۶، ۴۷۷۔(رسالہ انفاس العارفین، ترجمہ: سید محمد فاروق، ترتیب: مفتی عطاالرحمن قاسمی)

حدیث کا علم آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔ آپ کی صحیح البخاری کی سند تبرکاً پیش خدمت ہیں۔

.... .. الشیخ ابو طاهر محمدبن ابراهیم الکردی قال: اخبرنا والدی الشیخ ابراهیم ، قال:قرأت علی الشیخ احمدالقشاشی قال :اخبرنا احمد بن علی بن عبد القدوس ابو المواهب الشناوی، قال: اخبرنا الشیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی، عن شیخ الاسلام ابی یحیی احمد زکریا بن محمد الانصاری، قال: قرأت علی الشیخ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر الکنانی العسقلانی صاحب فتح الباری ، عن شیخ زین الدین ابراهیم بن احمد التنوخی، عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجار، عن شیخ سراج الدین الحسین بن المبارک الحنبلی الزبیدی، عن شیخ ابی الوقت عبد الاول بن عیسی بن شعیب السجزی الهروی، عن الشیخ ابی الحسن عبد الرحمن بن محمد بن المظفر بن داود الداودی، عن ابی محمد عبدالله بن احمدالسرخسی، عن ابی عبد محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری، وهو من ارشد تلامذة الامام البخاری عن مؤلفه امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبدالله محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن بردزبة الجعفی البخاری رحمهم الله تعالی و نفعنا بعلومهم، آمین (ماخوذ من ثبت العثمانی)

مختلف چشموں سے سیراب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حلقہ درس قائم فرمایا، یہ درسگاہ بھی تھی اور خانقاہ بھی! کبھی یہاں احادیث مبارکہ کے زمزمے گونجتے اور کبھی اللہ اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔یہی وہ چشمہ تھا جہاں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سیراب ہوئے، اور پھر پورے برصغیر میں علوم ومعارف کے دریا بہائے، ان کے پینے والوں میں کوئی حجۃ الاسلام، کوئی فقیہ ملت، کوئی شیخ الہند، کوئی شیخ العرب والعجم، کوئی حکیم الامت اور کوئی شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوا اور یہ سلسلہ الحمدللہ آج بھی جاری وساری ہے کہ حدیث پڑھنے والے کسی بھی طالب علم کی سند آج بھی آپ کے نام کے بغیر ادھوری ہے۔

خدا جانے حضرت شیخ ابوطاہر المدنیؒ اخلاص کے کس مقام پر فائز تھے کہ ان کے لیے صدقہ جاریہ کی سینکڑوں صورتیں آج تک موجود ہیں۔اللہ رب العزت آپ سے راضی ہو!

مقام ومرتبہ:

آپ کثیر الدروس تھے، طلبہ آپ سے خوب مستفید ہوئے۔ آپ ایک مدت تک مدینہ منورہ میں شافعی مسلک کی مسندِ افتاء پر رونق افروز رہے۔ (سلک الدرر، ج:۴، ص:۳۵)

آپ بہت زیادہ لکھنے والے تھے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے تقریباً 70 جلدیں لکھی تھیں۔ (فہرس الفہارس، ج:۱، ص:۴۹۶)

آپ بہترین محدث، فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسلِ طریقت کے فیض یافتہ بزرگ تھے۔

''آپ شروع ہی سے علم اور علماء کی طرف راغب تھے، خرقہِ خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا، جنہوں نے آپ کے لیے بے شمار بزرگوں سے خرقہ واجازت لی تھی۔ ان بزرگوں میں ایک شیخ محمد بن سلیمان مغربیؒ تھے۔''

(مجموعہ رسائل حضرت شاہ ولی اللہ، ج:۳، ص:۶۷۴ (رسالہ انفاس العارفین، ترجمہ: سید محمد فاروق، ترتیب: مفتی عطاء الرحمن قاسمی)

طاعت میں خوب کوشش کرتے اور علم و مذاکرہ میں مشغول رہتے تھے۔ انتہائی رقیق القلب اور کثیر البکاء طبیعت کے مالک تھے۔ (ابجد العلوم، ص:۶۴۴)

سراپا سوز و گداز تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھتے پڑھاتے بارہا آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں، ذرا سی بات پر دل کے تاروں میں جنبش پیدا ہو جاتی اور اشکوں کی لڑی رخساروں پر بہنے لگتی۔

یہ سانحہ بھی محبت میں بارہا گذرا
کسی نے حال بھی پوچھا تو آنکھ بھر آئی

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''الغرض آپ سلف صالحین کے تمام اوصاف مثلاً تقوی، عبادت، علمی شغف، بحث و تمحیص میں انصاف پسندی سے متصف تھے۔ جب آپ سے کسی مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا جاتا تو جب تک پورا غور و فکر اور کتابوں سے اس کی تحقیق نہ کر لیتے، جواب نہ دیتے۔ آپ اس قدر رقیق القلب تھے کہ جب بھی کوئی اس طرح کی حدیث پڑھتے تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں، لباس وغیرہ میں کوئی تکلف نہ برتتے اور خدام سے بھی تواضع سے پیش آتے۔ صحیح بخاری کی قراءت کے دوران جب روایاتِ حدیث اور فقہ کے اختلافات سامنے آتے

توشیخ ابوطاہرؒ فرماتے کہ یہ تمام اختلافات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جامعیت (جامعیت کبری) کا نتیجہ ہیں جو اپنے اندر کونین کی تمام تر اضداد و موافقات سموئے ہوئے ہیں۔راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ یہ ایک نہایت گہرا نکتہ ہے جس پر تدبر کی ضرورت ہے۔(مجموعہ رسائل حضرت شاہ ولی اللہ ،ج:۳،ص:۴۷۸ (رسالہ انفاس العارفین، ترجمہ: سید محمد فاروق، ترتیب: مفتی عطاء الرحمن قاسمی)

معاصرین علماء کرام آپ کے علم وفضل کے معترف تھے، محمد بن عبد الرحمن الغزیؒ اپنی کتاب: **لطائف المنۃ** میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ میں دیانت، عبادت، تواضع اور عاجزی وانکساری میں آپ کے مثل کوئی نہیں دیکھا۔ سوائے ملّا الیاس کورانیؒ کے کہ وہ ان صفات میں آپ کے قریب تھے۔(فہرس الفہارس: ج۱،ص:۴۹۵)

آپ کا سلسلہ طریقت:

آپ کے والد محترم اپنے وقت کے بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مسند طریقت کے عظیم شیخ بھی تھے۔جنہوں نے اولیاء کرام کی ایک پوری جماعت سے استفادہ کیا تھا اور سب سے زیادہ فیض اپنے استاد اور شیخ ومرشد حضرت شیخ احمد قشاشی سے حاصل کیا تھا۔شیخ احمد قشاشیؒ نے آپ کے والد شیخ ابراہیم بن حسنؒ کو خصوصی توجہات سے نوازا تھا اور اپنی دختر نیک اختر کا نکاح بھی ان سے کیا تھا۔حضرت شیخ ابوطاہر المدنیؒ کو اسی صاحبزادی کی مبارک گود نصیب ہوئی تھی۔بچپن ہی سے تکوینی طور پر تربیت کا انتظام ہو چکا تھا، آپ کی شخصیت میں رنگ بھرنے کے لیے کائنات کے بہترین رنگ دستیاب تھے، پھر انہی رنگوں نے اپنا اثر دکھایا اور شیخ ابوطاہر المدنیؒ اپنے وقت کے بڑے فقیہ، محدث اور کئی سلاسل طریقت کے فیض یافتہ بزرگ بنے۔آپ نے اپنے والد سے مختلف سلاسل کے خرقے حاصل کیے تھے۔ان خرقوں کی اسناد بھی آپ کی احادیث کی اسناد کی طرح محفوظ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مختلف سلاسل کی کئی اسناد ذکر فرمائی ہیں۔تبرکاً سلسلہ قادریہ کی سند پیش خدمت ہے:

”(شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردیؒ) نے خرقہ پہنا اپنے والد سے، اور ان کے والد نے پہنا ہاتھ سے اپنے شیخ احمد قشاشی کے، اور ان کو خرقہ قادریہ میں کئی طریقہ ہیں۔ ایک ان میں

سے یہ ہے کہ انہوں نے پہنا ہاتھ سے شیخ احمد شناوی کے، ساتھ اس لباس کے جو انہوں نے اپنے والد علی بن القدوس سے پہنا تھا، اور علی بن القدوس نے پہنا شیخ عبدالوہابؒ سے، انہوں نے جلال الدین سیوطی سے، انہوں نے روضہ مصر میں شیخ کمال الدین محمد عرف امام الکاملیہ سے روبرو کعبہ شریف کے، انہوں نے شمس الدین محمد بن محمد جزری سے، انہوں نے عمر بن حسن بن امیلہ المراغی سے، انہوں نے عزا احمد بن ابراہیم فاروقی سے، انہوں نے امام محی الدین محمد بن علی بن عربی سے **قدس سرہ** ... ، اور محی الدین عربی نے پہنا جمال الدین یونس بن یحی بن ابوالبرکات ہاشمی عباسی سے مکہ معظّمہ میں سامنے رکن یمانی کے مسجد الحرام میں، اور انہوں نے پہنا شیخ الوقت عبدالقادر جیلانیؒ سے.... ... پھر شیخ ابومحمد عبدالقادر جیلانیؒ نے خرقہ پہنا ہاتھ سے شیخ ابوسعید مبارک بن علی بن حسین بن بندار بغدادی مخرمی کے.... ...اور شیخ ابوسعید نے ہاتھ سے ابوالفرح محمد بن عبداللہ طرطوسی کے، ان کو پہنایا ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن حارث تمیمی اور ان کے استاد ابوبکر بن محمد دلف بن حلف بن محمد بن حجذر شبلی نے، ان کو پہنایا سید الطائفہ استاد ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نے **قدس سرہ**۔(مجموعہ رسائل حضرت شاہ ولی اللہ ،ج:۶،ص:۲۳۰،۲۳۱

(رسالہ: الانتباہ فی سلاسل اولیاء، ترجمہ: سید عبدالغنی، تحقیق: مفتی عطاء الرحمن قاسمی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی آپ سے نسبتیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے برصغیر پاک و ہند میں دین متین کی عظیم ہمہ جہتی خدمات سرانجام دی ہیں۔اس خطے میں ہر حدیث کی سند تقریباً حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے واسطے ہی سے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ خدمات آپ کے استاد اور شیخ ومرشد حضرت شیخ ابوطاہر الکردی المدنیؒ کی تعلیمات کا نتیجہ تھیں جن سے آپ نے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا تھا۔حضرت شاہ صاحب نے اپنے رسالے **الانتباہ فی سلاسل اولیاء** میں کئی معروف اور غیر معروف سلاسل کا تذکرہ کیا ہے، اور ان سلاسل کی اسناد بیان فرمائی ہیں۔ان میں اکثر سلاسل کے خرقے آپ کو اپنے شیخ ابو طاہر المدنی ہی سے حاصل ہوئے تھے اور شیخ ابو طاہر المدنی نے یہ تمام خرقے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم بن حسنؒ سے حاصل کیے تھے اسی طرح احادیث کی جتنی اسناد حضرت شاہ ولی اللہؒ کے واسطے سے اوپر کے بزرگوں تک پہنچتی ہیں، تقریباً ان تمام اسناد میں شیخ ابوطاہر المدنی،

اپنے والد ماجد شیخ ابراہیم بن حسنؒ سے روایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

شیخ ابوطاہر المدنیؒ کی زندگی پر آپ کے والد ماجد شیخ ابراہیم بن حسنؒ کے علوم ومعارف اور فکر کی گہری چھاپ تھی، یہی رنگ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک منتقل ہوا اور پھر یہی رنگ درالعلوم دیوبند سے ہوتا ہوا چہار دانگ عالم میں پھیلا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔حضرت شاہ صاحب کا شیخ ابوطاہر المدنیؒ بلکہ اس پورے گھرانے سے وارفتگی کی حد تک تعلق تھا۔آپ اس گھرانے کے افراد سے بلاتکلف اپنے دل کی بات فرمالیا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ نے اپنے استاد شیخ ابوطاہر المدنیؒ کے صاحبزادے، شیخ ابراہیم بن ابوطاہر المدنیؒ کوایک خط تحریر فرمایا جس میں جواب نہ ملنے کا بے تکلفی سے تذکرہ فرمایا۔اس خط سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس خانوادے کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کے کتنے گہرے مراسم تھے۔حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں

....میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں آپ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔میں نے اس مکتوب سے پہلے بہت سے مکاتیب آپ کو اور لکھے ہیں، لیکن آنجناب نے ان کے جواب سے مشرف نہیں فرمایا اور آنجناب نے ہمیں سلام اور گرامی نامہ کے ذریعہ عزت نہیں بخشی۔ہم آپ سے اس بے التفاتی کی توقع نہیں رکھتے تھے۔اب ہماری یہ درخواست ہے کہ آپ گزشتہ طرزِ عمل کے برخلاف، حاملِ رقعہ کے ہاتھ یا ہر اس شخص کے ہاتھ جوان مقامات مقدسہ سے ہماری طرف کو آئے، اس عریضے کا جواب عنایت فرمائیں اور ہمیں اپنی اور اپنی اولاد واصحاب کی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔(نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ج:۲،ص:۲ ۱۳۔تحقیق وترجمہ: مولانا نسیم احمد، شائع شدہ: شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت ضلع مظفر نگر)

سانحہ ارتحال:

اب وہ گھڑی سر پر آن پہنچی تھی جو ہر شخص کے لئے مقدر ہے، ساری زندگی مدینہ منورہ میں بسر کرنے والے اس بزرگ کی عمر کی آخری ساعتیں مدینہ منورہ کو الوداع کہنے کے لیے تیار تھیں، بقیع پاک کی آغوش آپ کی منتظر تھی اور وہاں مدفون آپ کے والد اور نانا آپ کی راہ دیکھ رہے تھے، آپ ۴ رمضان المبارک ۱۱۴۵ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔(فہرس الفہارس،ج:۱،ص:۴۹۵)

جان کر من جملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔خبر حجاز سے ہندوستان پہنچی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے دل کا بوجھ کاغذ کے سپرد کیا، اور اپنے استادزادے حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ ابوطاہر مدنیؒ کو ایک رقت آمیز خط لکھا۔ یہ خط

پڑھتے ہوئے آپ کے غم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے گا:

....اما بعد۔ اللہ تعالی آپ کے اجر کو عظیم کر دے، اور ہمارے شیخ (آپ کے پدر بزرگوار) شیخ ابو طاہر مدنی کی وفات پر آپ کو صبر جمیل کا الہام القاء فرمائے۔ بیشک میں خود انتہائی غمگینی کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہوں کہ میری تعزیت کی جائے اور حضرت شیخ کے انتقال پر دعائے صبر کے ساتھ مجھے بار بار تسلی وتشفی دی جائے۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے حضرت استاذ معظم کی خبر وفات سنی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم سے (منہ موڑ کر) اپنے رب اور جنت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، برابر ایسے قلق میں مبتلا ہوں جو جگر شگاف ہے اور ایک ایسے اضطراب میں ہوں جو کہ آشوب چشم کے مریض (آنکھیں دکھنے والے) کو ہوا کرتا ہے۔ میرے اوپر ایک ایسا بادل گھرا ہوا ہے جو غم والم کی بارش برسا رہا ہے اور میرے نیچے بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک دریا ہے جو موجیں مار رہا ہے۔ اور یہ کیفیت غم و الم کیوں نہ ہو جب کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اہل زمین کے واسطے مجسم برکت اور اس پر بسنے والوں کے لیے ایک روشن دلیل اور حجت تھے۔ جو دار الہجرۃ کے امام تھے اور اعیان و اکابر مدینہ منورہ میں بہترین شخصیت تھے۔ میرے اوپر ان کی جو مہربانیاں تھیں اس کے آثار نمایاں اور ظاہر تھے۔ ان کے ساتھ میری محبت بھی ضرب المثل تھی۔ اس محبت کی کنہ و حقیقت کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔ میں ان کی یہ بات کبھی نہیں بھولوں گا کہ میری (مدینہ منورہ) سے واپسی کا وقت ہوا، اور قافلہ کے اونٹوں نے جدائی کے قریب پہونچایا اور فراق قریب ہو گیا تو میں نے حضرتؒ سے مختلف باتوں کو عرض کیا اور یہ شعر پڑھا

(ترجمہ شعر عربی) ''میں ہر اس راستے کو بھول گیا جس کو میں جانتا پہچانتا تھا، مگر وہ راستہ (یاد ہے) جو مجھ کو آپ کے گھر تک پہونچاتا ہے۔''

پس ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اور ان کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یہاں تک کہ ان کے گریہ و بکا نے ان کو گلو بستہ کر دیا۔ (یعنی ان کی آواز بندھ گئی)۔ اس کے بعد انہوں نے میرے لیے اللہ تعالی سے گڑگڑا کر دعا کی۔ میں یہ بات کبھی فراموش نہیں کروں گا کہ جب میں نے حضرت والا سے معلوم کیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ عمر ہے جو موت کی منزل ہوتی ہے یعنی ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔

(ترجمہ عربی شعر) ''اگر میں چاہوں کہ خون کے آنسو روؤں تو البتہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔
لیکن صبر کا میدان بہت وسیع ہے۔''
اور اسبابِ گریہ کے ہجوم اور غم و الم کی وجہ سے زمین و آسمان کی تنگی کے وقت یہ امر میرے دل کی تسلی اور میرے اعتماد کا عصاء (سہارا) بن جاتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ جیسا فرزند اپنا قائم مقام چھوڑا ہے۔ خدا کرے کہ مجد و شرف آپ کے قیام اور زندگی کی وجہ سے ہمیشہ رہے۔ بیشک شیر کا بچہ شیر کے مشابہ ہوتا ہے اور باپ کا راز بیٹے سے نمایاں ہوتا ہے۔''

(نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ ج:۲، ص:۲ ۱۳۔ تحقیق و ترجمہ: مولانا نسیم احمد، شائع شدہ: شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت ضلع مظفر نگر)

حضرت شیخ ابوطاہر المدنی اپنے والدِ ماجد کے بہترین جانشین ثابت ہوئے تھے۔ ایک ایسے جانشین جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسا شاگردِ رشید تیار کر کے حجاز سے ہندوستان روانہ کیا، پھر اس شاگرد نے پورے برصغیر پاک و ہند کے لیے علمی، فکری اور استنادی حیثیت سے مرجع و ماخذ کا کردار ادا کیا۔ آج اس خطہ میں دین کی کوئی بھی بات سمجھی یا سمجھائی جاتی ہے تو یقیناً اس کا ثواب حضرت شیخ ابوطاہر المدنیؒ کی روح کو پہنچتا ہے کہ یہ سب آپ ہی کا فیض ہے۔

چھپا لیا جسے پت جھڑ کے زرد پتوں نے
ابھی تلک ہے بہاروں پہ حکمراں وہ شخص

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور آپ کے فیض کو رہتی دنیا تک جاری و ساری فرمائے۔ آمین۔

مصنوعی ذہانت کی حقیقت، دائرہ کار اور اسکے شرعی احکام

مولانا بدرالحسن القاسمی (کویت)

مصنوعی ذہانت یا آرٹیفیشل انٹیلیجنس (Artificial intelligence) موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی دریافت اور کمپیوٹر سائنس کی ترقی کا اہم ترین کارنامہ ہے۔ تعلیم وتربیت، صنعت وتجارت، علاج ومعالجہ، کھیل وتفریح اور زندگی کے تمام ہی شعبوں میں اس وقت مصنوعی ذہانت کا عمل دخل اتنا زیادہ ہوگیا ہے کہ انسان کی طبعی وخلقی ذہانت بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگی ہے، بجا طور پر یہ خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ مصنوعی ذہانت انسان کی طبعی ذہانت پر غالب نہ آجائے اور مصنوعی ذہانت انسان کی رہنمائی سے بے نیاز ہوکر ایسے کرشمے نہ دکھلانے لگے جو انسان اور انسانیت کیلئے خطرے کا باعث اور تباہی کا ذریعہ نہ بن جائیں، چنانچہ بیل گیٹس اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے :

''مصنوعی ذہانت کی بے پناہ ترقی کو دیکھتے ہوئے ہمیں گہرائی کے ساتھ یہ سوچنا پڑیگا کہ مصنوعی ذہانت خود انسانیت کے خلاف ایک چیلنج نہ بن جائے اور وہ اپنے مقاصد میں انسانی اصولوں سے آزاد اور بالکل بے نیاز نہ ہوجائے۔

''مصنوعی ذہانت'' کے نتیجہ میں بغیر ڈرائیور کے چلنے والی کاریں اور بغیر پائیلٹ کے اڑنے والے جہاز ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں؛ بلکہ ڈرون حملوں نے جنگ کا پانسہ پلٹ دینے کی قدرت حاصل کرلی ہے اور اس کے نتائج کا بھی ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں۔ اسلحہ سازی کے کارخانوں سے لےکر ہماری تعلیم گاہوں، صنعتی کارخانوں اور شفاخانوں میں بیماری کی تشخیص سے لیکر نازک آپریشن تک کے کام انجام دینے والے روبوٹوں اور مشینی انسانوں نے ہماری زندگی کا سارا نظام ہی بدل کررکھ دیا ہے لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم مصنوعی ذہانت کو سمجھیں اور اس کے ذریعہ کھیل وتفریح سے لےکر عبادت وریاضت تک کے شعبوں میں اسکے پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیں اور انکے شرعی احکام متعین کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ اب انسانی زندگی کا کوئی گوشہ مصنوعی ذہانت کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ایسی تعلیم گاہیں وجود میں آگئی ہیں جن کا سارا نظام مصنوعی ذہانت پر مبنی ہے''مصنوعی ذہانت'' کیا ہے یا(Artificial intelligence) کیا ہے؟ مصنوعی ذہانت کا اثر زندگی کے کن

شعبوں پر پڑتا ہے؟ مصنوعی ذہانت کے استعمال کا شرعی حکم کیا ہے؟ مصنوعی ذہانت کے استعمال کے شرعی ضوابط کیا ہونے چاہییں ؟ مصنوعی ذہانت کے عام استعمال کے بارے میں شرعی تعلیمات کی روشنی میں کیا موقف اختیار کرنا چاہیے؟ دینی علوم کے فروغ میں مصنوعی ذہانت سے کیا مدد لی جاسکتی ہے؟ افتاء اور قضاء وغیرہ کے کام کیا مشینی انسان (روبوٹ) کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟ اردو میں ''مصنوعی ذہانت'' عربی میں ''الذكاء الاصطناعي'' اور انگریزی میں ''آرٹیفیشل انٹیلیجنس'' سے اس کی تعبیر کی جاتی ہے۔''ذکاء'' کا مفہوم عقلی تیزی اور پختگی ہے۔طبعی ذکاوت یا ذہانت قدرت کا عطیہ ہے جس میں لوگوں کے درمیان فرق وتفاوت ہوا کرتا ہے اور اسی کی بنیاد پر کسی کو''ذکی''اور کسی کو''غبی'' کہا جاتا ہے یا کسی کو ذہین اور کسی کو کند ذہن سمجھا جاتا ہے۔ذہین اور زودفہم کے مقابلہ میں غبی کم فہم یا بلید وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔اب طبعی ذہانت کے مقابلہ میں مصنوعی ذہانت ایجاد کرلی گئی ہے یہ خودساختہ اور مشینی ذہانت طبعی ذہانت پر فوقیت لے جانے کیلئے کوشاں ہے۔عربی میں ''الذكاء الاصطناعی'' کو''الذكاء الآلی''اور''الذكاء الابيالوجی'' بھی کہا جاتا ہے۔مصنوعی ذہانت انسان کی ایجاد بندہ طبیعت کا کرشمہ ہے جو طبعی ذہانت کی نقالی پر مبنی ہے۔اس کے لئے خودساختہ مشین میں پروگرام ڈالنے اور اسے متحرک اور باشعور بنانے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔کمپیوٹر پروگرام اور ڈیجیٹل سسٹم کو متحرک بنانے کے نتیجہ میں وہ چیز سامنے آتی ہے جسے روبوٹ کہا جاتا ہے اور اسے مشینی انسان یا الانسان الآلي بھی کہا جاتا ہے۔عربی زبان میں اس کی تعریف کے لیے مختلف تعبیریں استعمال کی جاتی ہیں:

عبارة عن قدرة الآلات والحواسيب الرقمية علي القيام بمهام معينة تشابه بما يقوم به الانسان من التعلم والتفكير والاستفادة من التجارب السابقة والاعمال الذهنية٢الاعمال المنطقية التي يقوم بها الكمبيوتر تقابل قدرات الانسان٣قدرة آلة او جهاز علي اداء بعض الانشطة والوظائف الذي يقوم بها الذكاء البشري مثل الإدراک والتعلم واتخاذ القرار والترجمة من لغة الي اخري۔

مصنوعی ذہانت کو اختصار کے طور پر،(AL) سے بھی سمجھا جاتا ہے ساری تعبیرات کا حاصل یہی ہے کہ ہمارے استعمال میں ایک مدت سے کمپیوٹر (حاسوب) ہے،جس میں میموری ہوتی ہے اور اس کا عمل بھی اعداد وشمار یا خوارزمیات'' کی ترکیب اور الٹ پھیر پر قائم ہے۔میموری کے ساتھ سمجھنے اور بولنے کی قدرت مخصوص انداز سے اس کی ترکیب اور اس میں پروگرام داخل کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور روبوٹ کی شکل میں مشینی انسان وجود میں آجاتا ہے۔

مصنوعی ذہانت کی کئی قسمیں ذکر کی جاتی ہیں:

محدود مصنوعی ذہانت (Ani)

عام مصنوعی ذہانت۔ (Agi)

امتیازی مصنوعی ذہانت (Asi)

ان کے علاوہ اور بھی نئی قسمیں وجود میں آسکتی ہیں۔نئی ایجادات واکتشافات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا ہی رہے گا۔کمپیوٹر کے ڈیجیٹل نظام کو اتنا ترقی دینا کہ وہ مخصوص پروگرام ڈالنے کے بعد مختلف ذمہ داریوں کی ادائیگی کے قابل ہوجائے اور وہ انسانوں کی طرح ذہنی کام انجام دینے لگے جیسے سیکھنا،سمجھنا،سوچنا اور پچھلے تجربات سے فائدہ اٹھانا، قاعدہ بیانات میں جمع کردہ معلومات سے نتائج اخذ کرنا اور ان کی روشنی میں مناسب فیصلے کرنا؛ یہ زبردست کارنامہ ہے۔بعض ناپختہ ذہن کے زوداثر لوگ مشینی انسان یا مصنوعی ذہانت کی کارگزاریوں کو دیکھ کر یہ یقین کرلیتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے استعمال کے ذریعہ بڑھاپے کوٹالا جاسکتا ہے بلکہ موت سے بھی (العیاذ باللہ) رستگاری حاصل کی جاسکتی ہےاورانسان کرروئے زمین پردائمی اور پائیدار زندگی حاصل ہوسکتی ہے؛چنانچہ”انسانیت کے بعد“ نامی ایک تنظیم اسی وہم میں مبتلا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے ذریعہ آدمی تخلیقی صلاحیت حاصل کرسکتا ہے اور بہت سی چیزیں ازخود تخلیق کرسکتا ہے، حالانکہ یہ محض خواب وخیال کی باتیں اور غلط فہمی کا نتیجہ ہیں۔تخلیق یا پیدا کرنے کا عمل صرف رب کائنات کے ساتھ خاص ہے،انسان کے بس میں بس اتنا ہے کہ اللہ رب العزت کے پیدا کردہ مٹیریل کے جوڑتوڑ سے اپنے فائدہ کی کوئی چیز بنالے،کوئی نئی مشین ایجاد کرلے، تیز رفتار کاریں،فضا میں اُڑنے والے جہاز اور سیارے تیار کرلے،سمندر کی تہوں میں چلنے والی آبدوزیں بنالے،ان چیزوں کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں لیکن کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، یا اپنی بنائی ہوئی چیز میں روح ڈالنا اور ان کو زندہ مخلوق کی حیثیت دینا؛ یہ رب کائنات کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔موت کا فیصلہ یہ بھی خدائی ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہی ہے کسی کو موت سے بچایا نہیں جاسکتا بلکہ موت کا جو وقت مقرر ہے اس میں بھی پل دو پل کی تقدیم وتاخیر نہیں کی جاسکتی (كل نفس ذائقة الموت)(و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد)(اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون) یہ سب حتمی اور یقینی فیصلے ہیں،ان میں روبوٹ یا کسی بھی نئی ایجاد کے ذریعہ کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

مصنوعی ذہانت کے فروغ اور جدید ٹکنالوجی کی بے لگام ترقی نے بہت سے فکری اعتقادی اور فقہی مسائل پیدا کردئے ہیں،جن کی طرف علمائے دین کے طبقہ کوسب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کا شرعی نصوص کی روشنی میں حل تلاش کرنا چاہئے۔سائنسی ترقیات اورنئی ایجادات واکتشافات تو ہمارے

نزدیک تسخیر کائنات کا طبعی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کی افادیت اور نفع رسانی کے لئے زمین وآسمان میں پھیلی ہوئی چیزیں زمین میں مدفون ذخائر معدنیات وقدرتی وسائل انسان کے تصرف میں دیدیا ہے کہ اپنی معیشت کے وسائل زمین کی تہوں، پہاڑ کی چوٹیوں، سمندر کی گہرائیوں اور فضا کی وسعتوں میں تلاش کرے (وھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی منا کبھا وکلوا من رزقه والیه النشور) یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے، جس کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

یعنی ستاروں پر کمند ڈالنے کا عمل موجودہ زمانہ کے خلانوردوں سے پہلے ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے سفر میں شروع فرمادیا تھا کہ چاند، زحل، مریخ ہی نہیں ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہی تک آپ کے مبارک قدم جاچکے تھے۔ اس طرح سارا گردوں ہی آپ کے قدموں کے نیچے آچکا تھا تو آپ کے امتی بھی آپ کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔

نامور محدث امام العصر علامہ انورشاہ کشمیری حدوث عالم پر اپنے طویل عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

و قدقیل ان المعجزات. تقدم بماترتقی فیه الخلیقة في مدي

یعنی انبیائے کرام کو جو معجزات دیے گئے ہیں وہ درحقیقت مستقبل میں انسانیت کی ترقیات کا پیش خیمہ ہے۔ لہٰذا مستقبل میں مزید اکتشافات اور حیرت انگیز ایجادات کی امید رکھنی چاہیے۔ جو لوگ حقیقت کا علم نہیں رکھتے وہ بہت جلد غلط فہمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور روبوٹ کی ازخود حرکتوں اور کرشمہ سازیوں کو دیکھ کر گمراہیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں انکو مشینوں میں انسانی روح نظر آنے لگتی ہے اور مشینی انسان کی کاگزاریوں کو دیکھ کر یہ وہم ہونے لگتا ہے یہ بھی تخلیق کی ایک شکل ہے لہٰذا انسان اب خالق سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ وہ خود بھی جو چاہے بنا سکتا اور نئی چیزیں پیدا کرسکتا ہے۔ ان کو قرآن کریم کے اس چیلنج میں بھی شبہہ ہونے لگتا ہے کہ سارے باطل معبود جمع ہوکر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے (ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له) روبوٹ کے عمل کو دیکھ کر وہ کہنے لگے ہیں کہ وہ دن دور نہیں ہے کہ آدمی مکھی ہی نہیں اس سے بڑی چیز پیدا کرنے لگے گا (العیاذ باللہ)۔

مصنوعی ذہانت دودھاری تلوار کی طرح ہے۔ اس کا استعمال خیر وشر دونوں کیلئے بڑے پیمانے پر کیا جارہا ہے۔ خطرناک مہم کی انجام دہی جیسے بارودی سرنگوں سے نمٹنا، آتش فشاں کے ہولناک دہانوں کا رخ پھیرنا، بموں اور دیگر دھماکہ خیز اشیاء کو بروقت ناکارہ بنانا، یہ سارے کام مصنوعی ذہانت کی مدد سے بآسانی انجام دئے جاسکتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت کا استعمال صنعت وتجارت، تعلیم، الکٹرونی وسائل کے ذریعہ مارکٹینگ، اسلحہ سازی اور دیگر بہت سے ترقیاتی منصوبوں کی انجام دہی کے لیے بڑے پیمانہ پر ہونے لگا ہے۔تحقیق وریسرچ کے معیار کو بھی اس کے ذریعہ بڑھایا جاسکتا ہے۔مصنوعی ذہانت کے استعمال میں وقت جگہ اور وسائل سب کی بچت ہے؛ البتہ اس کا منفی پہلو یہ ضرور ہے کہ اسکی وجہ سے بے روزگاری میں اضافہ ہوگا، مزدوروں کو کمپنیوں اور کارخانوں میں کام سے بے دخل ہونا پڑے گا، جس کے نتیجہ میں لوگ وسائل معیشت سے محروم ہو جائیں گے اوران کی جگہ مشینیں لے لیں گی۔مصنوعی ذہانت کے فروغ سے جنگوں کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ملکوں کے درمیان آویزش میں اضافہ ہوگا اور ڈرون حملوں اور دیگر خودکار اسلحوں کا استعمال بڑھ جائیگا۔

مصنوعی ذہانت کے زندگی کے ہر شعبہ میں بڑے پیمانہ پر استعمال نے بہت سے نئے مسائل بھی پیدا کردئے ہیں، جن میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جب مشینی انسان یا روبوٹ اپنے ارادہ اور اختیار سے جب فیصلے کرسکتا ہے اور بہت سی ذمہ داریوں کو انجام دے سکتا ہے تو اس کے عمل سے کسی کو جانی یا مالی نقصان ہو تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اور نقصان کی تلافی کون کرے گا؟ اور غلطی کی سزا کتنی اور کس کو دی جائیگی؟ دوسرے لفظوں میں ایسے خودکار اور بااختیار روبوٹ کو مجرمین کی صف میں کھڑا کر کے سزا دی جائے؟ یا ان خودکار مشینوں کو بہائم اور چوپایوں کی صف میں رکھ کر جانوروں سے پہنچنے والے نقصانات کے مطابق برتاؤ کیا جائے اور شریعت نے جانوروں سے پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کیلئے جو اصول رکھا ہے اس پر عمل کیا جائے؟ یا پھر عام مشینری اور پتھر لوہے سے بنی ہوئی جامد اشیاء کا معاملہ کیا جائے اور روبوٹ کے مالک پروگرامر یا اس کو تیار اور سپلائی کرنے والی کمپنی کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے؟

اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کا ایک گروہ تو وہ ہے جو مشینی انسان کی کاگزاریاں دیکھ کر اس کا قائل ہوگیا کہ اسے رقیق یا عبد کی حیثیت دے کر اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا جائے اور اسی کو سزا وجزا کا مستحق مانا جائے۔بعض لوگوں نے روبوٹ کی ازخود کارکردگی دیکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ اسے رقیق یعنی غلام کے حکم میں رکھا جائے کہ جس طرح غلام ہونے کے باوجود اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اور اسے اپنی غلطیوں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے اسی طرح روبوٹ کو بھی اس کے کاموں کا ذمہ دار اور جزا وسزا کا مستحق قرار دیا جائے گا اور نئے مسائل پر غور وفکر کرنے والوں کی ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ روبوٹ اور مشینی انسان کو جانوروں کے حکم میں رکھا جائے، چنانچہ حدیث کی روشنی میں اس کے کچھ نقصانوں کو جانوروں اور چوپایوں سے صادر ہونے والے نقصانات کی طرح رائیگاں قرار دیا جائے جیسا کہ ''العجماء جبار یا جرحہا جبار'' اور بعض نقصانات کی اسی طرح تلافی کرائی جائے جس طرح کہ حدیث میں چوپایوں کے مالک کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور نقصان کی تلافی ان کے ذمہ لازم کی ہے، یعنی اگر جانوروں کے

مالکان نے رات کے وقت جانوروں کو کھلا رکھا جس کے نتیجہ میں لوگوں کی کھیتیاں برباد ہوگئیں تو جانوروں کے مالکین کو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔ موطا امام مالک میں حرام بن سعد بن محیصہ کی روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک باغ میں داخل ہوگئی اور وہاں نقصان پہنچایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ:

ان علي اهل الحوائط حفظها بالنهار وان ما افسدت المواشي بالليل ضامن علي اهلها
(رقم الحدیث ١٤٣١)

اسی طرح سنن دارقطنی میں ہے:

من اوقف دابة في سبيل من سبل المسلمين اوفي سوق من اسواقهم فأوطأت بيد رجل اوجل فهو ضامن (۳۳۸۵)

اس سلسلہ میں غور کرنے کی بات میری نظر میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے احکام کا مکلف انسان کو بنایا ہے اور اس کی وضاحت کر دی ہے کہ آسمان وزمین اور پہاڑوں میں اس بار کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھی گئی ہے، چنانچہ انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے شروع میں ہی معذرت کر لی تھی: (اناعرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فأبين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا)۔

احکام کا مکلف ہونے کیلئے ''اہلیت'' کا ہونا شرط ہے، اسی اہلیت کی بنا پر کچھ چیزیں اس پر لازم اور واجب ہوتی ہیں، اسی طرح اس کے حقوق دوسروں کے ذمہ لازم ہوتے ہیں یہ ''اہلیت'' انسانی زندگی سے بہرہ ور ہونے کا خاصہ ہے۔ مصنوعی ذہانت کا کرشمہ روبوٹ سب کچھ ازخود انجام دینے اور سیکھنے سوچنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود محض ایک مشینی وجود اور ایک مشنری کی حیثیت رکھتا ہے لیکن نہ اس میں انسانی روح ہوتی ہے اور نہ وہ زندگی سے بہرہ ور ہوتی ہے، لہٰذا اس میں اہلیت یا ذمہ کا پایا جانا ممکن نہیں ہے، لہٰذا اس سے سرزد ہونے والے نقصان کا اس کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، چنانچہ نہ وہ اپنے عمل پر اجر اور اجرت کا مستحق ہوگا اور نہ اس سے پہنچنے والے نقصان کی سزا کا، اسکی غلطیوں یا اسکے جرائم کی سزا مالک کو ملے گی یا پروگرامر کو یا پھر اس کمپنی کو جو اس کے تیار کرنے اور سپلائی کرنے کی ذمہ دار ہے۔

شریعت میں جزا وسزا کا تصور ادراک وشعور سے جڑا ہوا ہے، لہٰذا سزا اسے ہی دی جا سکتی ہے جو زندہ اور باشعور ہو، اس میں سزا کے خوف سے کسی عمل کے ارتکاب سے بچنے کی صلاحیت ہو، اسی طرح ضمان کسی دوسرے شخص کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے کے نتیجہ میں لازم ہوتا ہے یا کسی اور کی مملوکہ چیز پر قابض ہونے، اس میں تصرف کرنے یا اسے ناقابل استعمال بنا دینے کے نتیجہ میں ضمان واجب ہوتا ہے۔ نامور فقیہ علامہ کاسانی

اتلاف کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاتلاف هو اخراج الشيئ من أن يكون منتفعا به منفعة مطلوبة عادة (بدائع الصنائع ۲ / ۱٦٤)۔

ابن تیمیہ کے کلام کا بھی یہی مفہوم ہے۔ایک تجویز یہ بھی رکھی جاتی ہے کہ روبوٹ یا مشینی انسان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو بعض کمپنیوں وقف کی جائیدادوں مساجد اور بیت المال کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ان کی ''شخصیت اعتباریہ'' (Legal Entity) تسلیم کر لی جاتی ہے اور اسے قانونی طور پر لین دین کے معاملہ میں ذمہ دار تسلیم کر لیا جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ساری ذمہ داریاں اس پر آجاتی ہیں اور جزاوسزا کا مستحق بھی اسے ہی قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ وقف کا متولی اگر اس کے لئے مشینیں اور چوپائے وغیرہ اسی کے لیے خرید لے یا کوئی شخص مسجد کے لیے کوئی مال یا جائیداد بطور ہدیہ عطا کرے تو وہ از خود مسجد کی مالیت شامل ہو جائیگی، اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد کیلئے وصیت کرے یا کوئی چیز بطور عطیہ دے تو وہ خود ہی مسجد کی ملکیت میں داخل ہو جائیگی۔متولی کی حیثیت فقط محافظ اور نگراں کی رہے گی۔اسی طرح اگر قاضی یا حاکم سے کسی فیصلہ میں غلطی ہو جائے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچے تو اسکی تلافی بیت المال سے کی جائیگی کیونکہ بیت المال کو ''شخصیت اعتباریہ'' حاصل ہے اسی طرح ''ضمان'' کا مسئلہ ہے۔فقہاء کی اصطلاح میں ضمان غیر کو پہنچنے والے ضرر کے بدلہ کا لازم ہونا ہے۔ڈاکٹر مصطفی الزرقا فرماتے ہیں:

انه التزام بتعويض عن ضرر الغير یعني ''ضمان'' دوسرے کو پہنچنے والے نقصان کا بدلہ اپنے اوپر لازم کر لینے کا نام ہے۔ڈاکٹر وھبہ الزحیلی فرماتے ہیں: **الالتزام بتعويض الغير عما لحقه من تلف المال او ضياع المنافع او الضرر الجزئي او الكلي الحادث بالنفس الانسانية**۔

اس میں شک نہیں کہ مصنوعی ذہانت نے بہت سے کام آسان کر دئے ہیں لیکن شرعا اس کا وہی استعمال صحیح ہوگا جو صلاح کیلئے ہو فساد کیلئے نہ ہو اور جس کا مقصد خیر کو فروغ دینا ہو شر کو بڑھاوا دینا نہ ہو لہذا:

1 مصنوعی ذہانت کا استعمال کفر والحاد کو پھیلانے اور گمراہ کن افکار اور باطل مذاھب کی ترویج واشاعت کیلئے نہ ہو۔

2 انسانی معاشرہ میں فحش اور بے حیائی کی باتوں کو عام کرنے کیلئے اس کا استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

3 جنسی روبوٹ کو پھیلانے اور لوگوں کو روبوٹ سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے کی ترغیب کیلئے مصنوعی ذہانت کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

4 دین انسانی جان عقل نسل اور مال کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد ہیں اور روئے زمین پر امن وراحت کے ساتھ آباد رہنے کے ضامن بھی یہی مقاصد ہیں اس لیے مصنوعی ذہانت کا استعمال ان مقاصد کی حفاظت

ہی کے لیے ہونا چاہیے اس کے خلاف نہیں۔

انسانی جان و مال دین اور عزت و آبرو اور عقل کی حفاظت ہر حال میں ضروری ہے مصنوعی ذہانت کا سب سے بڑا کرشمہ روبوٹ یا مشینی انسان ہے لیکن اب اسکے استعمال نے عجیب وغریب شکلیں اختیار کر لیں ہیں۔ جاپان میں انجینیر وں نے میندار (Minda r) نامی ایسا روبوٹ تیار کرلیا ہے جو گندر میں آنے والے لوگوں کو گوتم بدھ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ جرمنی میں پروٹسٹنٹ کر سچنوں نے ایسا روبوٹ نصب کرلیا ہے جو پانچ زبانیں بولتا ہے، اس کی آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں، کبھی وہ مرد کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کبھی عورت کی، اسی طرح کیتھولک چرچ کے اندر راھب کی شکل میں روبوٹ نصب ہے اور وہ پوپ کی ساری ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔ اس طرح کی باتیں سن کر بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہ وسوسے پیدا ہونے لگے ہیں کہ کیا روبوٹ سے نماز میں امامت کا کام لیا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس کی قراءت اور ارکان کی ادائیگی میں کوئی خلل نہیں ہوتا، اگر ایسا ہے تو پھر وضوء کا کیا طریقہ ہوگا اور وہ کب تک باقی رہے گا؟ اسی طرح نکاح، طلاق، عدت اور رجعت کے بہت سے مسائل ہیں جن کے بارے میں مصنوعی ذہانت کے استعمال نے لوگوں کو الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ محض کہانیاں اور لطیفے نہیں ہیں ایسے مسائل ہیں جنکے بارے میں سوالات پیدا ہونے لگے ہیں اور فقہائے کرام کی طرف سے واضح جوابات کا لوگوں کو انتظار ہے۔ واللہ ولی التوفیق!۔

بقیہ: گناہ کا فلسفہء دنیا و آخرت!

اس کے علاوہ مسلسل گناہوں کی عادت انسان کے اخلاقی معیار اور اس کی فطرت کو مسخ کر دیتی ہے اور وہ صحیح اور غلط کے فرق کو بھولنے لگتا ہے۔ ان تمام اثرات کا مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گناہ انسان کی شخصیت اور اس کی فطرت کو بگاڑ دیتا ہے۔ انسان کی سوچ، اس کی عادات اور اس کا طرزِ زندگی سب کچھ متاثر ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی زندگی کو مشکل بنا لیتا ہے بلکہ اپنے اردگرد کے لوگوں کے لیے بھی مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے جو انسان کو پستی کی طرف کھینچتی ہے اور اس کی دنیوی و اخروی ترقی کی راہیں مسدود کر دیتی ہے۔ لازم ہے کہ گناہ کو صرف آخرت کے دائرے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اس کے دنیاوی اثرات کو بھی سمجھا جائے۔ یہ شعور انسان کو گناہ سے بچنے میں مدد اور اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ گناہ سے دوری نہ صرف اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے بلکہ دنیا میں بھی سکون، صحت اور خوشی کا ضامن ہے۔

مقالات ومضامین

گناہ کا فلسفہ ء دنیا و آخرت!

محمد عرفان ندیم

راستے سے جنازہ گزر رہا تھا، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو فرمایا:

''یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے دنیا کو آرام ملنے والا ہے۔''

صحابہ کرامؓ سوالیہ نظروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے لگے، آپؐ نے فرمایا:

''جب کوئی مومن اور نیک انسان وفات پاتا ہے تو وہ اس دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے آرام پاتا ہے اور جب کوئی گناہگار انسان وفات پاتا ہے تو یہ دنیا، شہر، درخت اور حیوانات اس سے آرام پاتے ہیں۔''

اس مختصر حدیث میں ہمیں ''گناہ'' کے فلسفے اور گناہ کی نفسیات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ ہم گناہوں کو عموماً اُخروی زندگی کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور ان کے دنیاوی اثرات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں گناہ کے نتائج صرف قیامت کے دن ظاہر ہوں گے جس نے جنت میں جانا ہوگا وہ جنت میں چلا جائے گا اور جس نے جہنم میں جانا ہوگا وہ جہنم میں چلا جائے گا لیکن یہ محدود اور ناقص نقطہ نظر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر گناہ نہ صرف اخروی طور پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ دنیاوی زندگی پر بھی گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔ گناہوں کے اثرات آخرت میں تو سزا کی صورت میں ظہور پذیر ہوں گے لیکن اس دنیا میں بھی ہر گناہ جسمانی، روحانی یا نفسیاتی طور پر اپنا اثر چھوڑتا اور انسان کو جسمانی، روحانی یا نفسیاتی طور پر متاثر کرتا ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے ابلیس کو آسمان سے زمین پر اتارا گیا، وہ ملعون ہوا، رحمت کے بجائے لعنت کا مستحق ٹھہرا اور قرب کے عوض بعد ملا۔ گناہ کے سبب قوم نوح کو طوفان میں غرق کیا گیا۔ قوم ثمود پر چیخ کا عذاب آیا جس سے ان کے بھیجے اور کلیجے پھٹ گئے۔ قوم لوط کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹ دی گئیں اور پتھر برسائے گئے۔ قوم شعیب پر بادل کی شکل میں آگ برسی۔ فرعون اور اس کی قوم کو بحر قلزم میں غرق کیا گیا۔ قارون کو گھر اور مال واسباب سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلط کیا گیا جو ان کے گھروں میں گھس گئی اور ان کو تہس نہس کر ڈالا۔ یہ سب گناہوں کے دنیاوی اثرات ہی تو تھے۔ کچھ گناہوں کے اثرات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں مثلاً آپ نے فرمایا:

جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام علی الاعلان ہونے لگیں گے تو وہ طاعون اور ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوگی

جوان کے بڑوں کے وقت میں نہیں تھیں۔ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو قحط اور تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہوگی۔ جب کوئی قوم زکوٰۃ کی ادائیگی روک دے گی تو رحمت کی بارش ان سے روک دی جائے گی۔ جب کوئی قوم عہد شکنی یا وعدہ خلافی کرے گی تو اللہ دشمن کو ان کے اوپر مسلط کردے گا جو جبراً ان کا مال ہڑپ کرلے گا۔

ان سب حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کے اثرات صرف آخرت تک محدود نہیں رہتے بلکہ دنیا میں بھی مرتب ہوکر رہتے ہیں۔ ہر گناہ کا اخروی کے ساتھ ایک دنیاوی پہلو بھی ہوتا ہے جو جسمانی، روحانی اور نفسیاتی طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پھر یہ دنیاوی پہلو صرف انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے اندر ایک خلا محسوس کرتا ہے۔ یہ خلا روحانی بے سکونی اور داخلی بے ترتیبی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کی روح جو پاکیزگی اور روحانیت کی متلاشی ہے گناہ کے سبب اندھیرے میں ڈوب جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دل کی حالت متاثر ہوتی ہے، سکون ختم ہوجاتا ہے اور زندگی میں بے مقصدیت کا احساس پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ یہ روحانی خلا نہ صرف انسان کے تعلق مع اللہ کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کی عبادات اور دعاؤں کی تاثیر کو بھی کمزور کردیتا ہے۔

گناہ کے اثرات جسمانی طور پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً نشہ آور اشیاء کا استعمال، زیادہ کھانے پینے کی عادت اور فحاشی کی طرف رغبت انسان کی جسمانی صحت کو تباہ کردیتی ہے۔ ہر سال تقریباً 3.3 ملین افراد الکحل کے غلط استعمال کی وجہ سے موت کا شکار ہوتے ہیں جبکہ تمباکو نوشی اور دیگر منشیات کی وجہ سے تقریباً 8 ملین اموات واقع ہوتی ہیں۔ گناہوں کی یہ شکلیں نہ صرف وقتی نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ طویل مدتی بیماریوں مثلاً کینسر، دل کی بیماریاں اور دیگر سنگین طبی مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ فحاشی اور بے حیائی کے گناہوں کے جسمانی اثرات بھی انتہائی مہلک ہوتے ہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماریاں ہر سال لاکھوں افراد کی جان لیتی ہے۔ یہ تمام حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ گناہوں کے جسمانی اثرات کو نظرانداز کرنا ممکن نہیں۔ نفسیاتی طور پر گناہوں کے اثرات سب سے زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ گناہ کرنے کے بعد انسان کے ضمیر میں خلش پیدا ہوتی ہے۔ یہ ضمیر کی خلش انسان کو بے چین رکھتی ہے اور وہ ایک دائمی تناؤ کا شکار ہوجاتا ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق 85 فیصد افراد جو ڈپریشن یا بے چینی کا شکار ہوتے ہیں انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ان کے اعمال یا گناہوں نے ان کی ذہنی حالت پر منفی اثر ڈالا۔ بعض اوقات یہ کیفیت انسان کو ذہنی بیماریوں کی طرف لے جاتی ہے جیسے ڈپریشن، بے چینی یا احساسِ کمتری وغیرہ۔ یہ نفسیاتی اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس کے رویے کے ذریعے اس کے اہلِ خانہ، دوستوں اور معاشرتی تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ (بقیہ: صفحہ نمبر: ۴۷)

پاکستان کی فتح

مولانا عبدالقدوس محمدی

پاکستان کی حالیہ شاندار فتح کو کوئی چینی ٹیکنالوجی کی فتح قرار دے رہا ہے، کسی کا خیال ہے کہ یہ جے-10 کا کمال ہے، کوئی سمجھتا ہے کہ یہ اسرائیل اور ترکی ڈرونز کا معرکہ تھا، تو کوئی اسے فرانسیسی اور چینی کمپنیوں کی تجربہ گاہ کہتا ہے۔ لیکن حقیقت اس سب سے بالکل مختلف ہے۔ یہ صرف ایک جنگ نہیں تھی یہ حق و باطل کا معرکہ تھا۔ خیر و شر کا تصادم تھا۔ ایمان اور مادیت کی کشمکش تھی۔ اور اصل بات وہی ہے جو عربی کہاوت میں ہے کہ **السَّیفُ بالساعِدِ لا الساعدُ بالسَّیفِ** یعنی تلواروں اور ہتھیاروں کا کمال نہیں ہوتا بازوئے شمشیر زن کی مہارت اور مجاہدِ سربکف کی بہادری اور دلیری کی بات ہوتی ہے۔

آج بھلے رافیل پاکستان کے پاس ہوتے اور جے 10 انڈیا کے پاس۔ فتح و نصرت اور جیت اور کامرانی تب بھی پاکستان کا مقدر ہوتی کیونکہ وہ جذبہ جہاد، وہ شوق شہادت، وہ مذہبی کیفیات، وہ آخرت کے اجر و ثواب کی تمنا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کا تصور دشمن کی جانب ممکن ہی نہیں جو پاکستان کے شاہینوں کا امتیاز تھا- اللہ کرے آئندہ بھی اسی نظریے، اسی جذبے اور اسی انداز سے فیصلے کیے جائیں اور پالیسیاں تشکیل دی جائیں۔ آمین۔

پاکستان اور بھارت کے مابین حالیہ معرکہ نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ جنگیں صرف ہتھیاروں سے نہیں، جذبے، یقین اور نیت سے جیتی جاتی ہیں۔ دشمن کے پاس رافیل ہو یا S-400، ہمیں نہ ان کے ہتھیاروں کا خوف تھا، نہ ان کی عددی برتری کا۔ ہم نے جنگ ایمان سے لڑی، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے آگے بڑھے اور الحمدللہ! فتح بھی اُس رب کی طرف سے آئی جو دلوں کے حال جانتا ہے، اور مخلص قدموں کو اپنی نصرت سے تھام لیتا ہے۔

یہ نظریۂ ایمان کی فتح ہے، وہ نظریہ جو دنیاوی اسباب پر نہیں بلکہ رب کی مدد پر یقین رکھتا ہے۔ یہ صرف افواج پاکستان کی نہیں، پوری ملتِ پاکستان کی فتح ہے وہ قوم جو دشمن کے سامنے بنیان مرصوص بن کر کھڑی ہوگئی۔

یہ فتح اُس سپاہی کی ہے جو وضو کر کے مورچے میں اترتا ہے۔ اُس پائلٹ کی ہے جو پرواز سے پہلے شہادت کے پروانے پر دستخط کرتا ہے، اور اُس کمانڈر کی ہے جو فتح نہیں، فلاح کی نیت سے لڑتا ہے۔ رافیل کی رفتار اُسے نہیں روک سکتی جس کی نیت اللہ کی رضا ہو۔

یہ جنگ ٹیکنالوجی کی نہیں تھی یہ نظریے کی جنگ تھی۔ اور الحمدللہ! نظریۂ لا إلٰہ إلا اللہ ہی غالب رہا۔

آج اُن سب کا بیانیہ زمین بوس ہو گیا جو نظریۂ پاکستان سے جان چھڑانے پر تُلے ہوئے تھے۔ وہ لابیاں، وہ این جی اوز، وہ نام نہاد دانشور جو پاکستان کی اسلامی شناخت مٹانا چاہتے تھے آج ان سب کے خواب چکنا چور ہو گئے۔ ڈی جی آئی ایس پی آر نے صرف فوج اور پاکستان کی ترجمانی نہیں کی بلکہ اسلام اور نظریہ پاکستان اور اس وطن اور فوج کے ایمان کی بھی واشگاف الفاظ میں ترجمانی کی۔

یہ صرف رافیل کی شکست نہیں، برصغیر میں امریکہ و اسرائیل اور دیگر اسلام دشمنوں کے خوابوں کی شکست ہے۔ پاک فوج کے سپہ سالار نے قرآنی آیات پڑھ کر، ایئر چیف نے نماز فجر کے مسنون وقت میں کارروائی کا آغاز کر کے اور پاک فضائیہ کے شاہینوں نے **فالمغیرات صبحا** اور **وما رمیت إذ رمیت ولکن اللہ رمی** کا ورد اور تکبیر کے نعروں کے ساتھ دشمن پر یلغار کر کے ایک بار پھر یہ ثابت کر دکھایا کہ اسلام کی بنیاد پہ یہ ملک بنا ہے اسلام ہی اس ملک کا سامان بقاء ہے۔

بقیہ: جنگ کے بادل چھٹ گئے ہیں

3۔ بھارت-پاکستان تنازع اب یکطرفہ نہیں رہا، بلکہ یہ خطے کی طاقت کا توازن بن چکا ہے، جو ڈرامے سے نہیں، بلکہ پاکستان-چین کے فوجی اتحاد کی گہرائی سے تشکیل پایا ہے۔ یہ صرف مودی کے لیے دھچکا نہیں یہ پاکستان کے لیے ایک اسٹریٹیجک تحفہ تھا، اسی شخص کے ہاتھوں، جو اس کی شکست چاہتا تھا۔ اس نے اس کا راستہ ہموار کیا اور اب وہی حقیقت بن گئی ہے۔ پردہ ہٹ گیا ہے۔ توازن بدل گیا ہے۔ افسانہ دم توڑ چکا ہے۔ مودی وہ شخص جسے ''نئے بھارت'' کا معمار کہا جاتا تھا، جو دنیا بھر میں زور سے سنا جاتا تھا اب ایک ابھرتے ہوئے توازن کے سائے میں آ چکا ہے۔

پاکستان، جسے کبھی ایک ناکام ریاست سمجھا جاتا تھا اب چین کے ویسٹرن تھیٹر کمانڈ کی درپردہ تزویراتی حمایت حاصل ہے جو کسی بھی مستقبل کی جھڑپ میں پاکستان کی علاقائی سالمیت کی ضمانت بنے گا۔ طاقت کا توازن مستقل طور پر بدل چکا ہے۔ ''اکھنڈ بھارت'' کا خواب ختم ہو گیا ہے۔ وہ جاہلانہ رویہ چلا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ بھارت کے عوام وہ سچ تسلیم کریں، جو ان کا میڈیا نہیں بولتا: پاکستان اب وہ پاکستان نہیں رہا، جسے ماضی میں نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔ آج کی پاکستانی فضائیہ کا وقار، درستگی، اور اعتماد یہ ناکام ریاست کا رویہ نہیں۔ یہ ایک ایسی قوم کی تصویر ہے جس نے مورچہ سنبھالا اور اس کی لکیر دوبارہ کھینچ دی۔ آیئے امن کو فروغ دیں ایک دوسرے کی مہارت اور وقار کو تسلیم کر کے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے سے عزت، نرمی، اور فہم کے ساتھ پیش آئیں غرور یا لاعلمی کے ساتھ نہیں!۔

مقالات ومضامین

جنگ کے بادل چھٹ گئے ہیں

جناب اقبال لطیف

انڈیا پر پاک فضایہ کی برتری کی حقیقت، فضائیہ کے ایک آفیسر کا اب تک کا سب سے بہترین تجزیہ۔
یہ تحریر "The War Clouds Are Over" از اقبال لطیف کا مکمل اردو ترجمہ ہے۔

طاقت، جب تک آزمائی نہ جائے، مقدس سمجھی جاتی ہے۔ مگر جب اسے بلاضرورت دکھایا جائے، تو یہ اس کی حدود کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ یہی باز رکھنے کا بنیادی اصول ہے: ایک مضبوط رہنما کو کبھی چھڑی نہیں گھمانا چاہیے، جب تک یقین نہ ہو کہ وہ ضرب نشانے پر لگے گی۔ مودی کے پاس بڑی چھڑی تھی۔ ان کے پاس ابہام کا فائدہ تھا، زبردست طاقت کا خوف، اور ابھرتی ہوئی بھارت کی عالمی شبیہ۔ مگر انہوں نے اس کا استعمال کیا بھی نہ کہ درست ضرب لگانے کے لیے، بلکہ محض بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے۔ اور اسی میں انہوں نے اس طاقت کی کھوکھلا پن ظاہر کر دیا۔ اب دشمن کو چھڑی سے خوف نہیں۔ اب دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ بھارتی فضائی قوت کو روکا جا سکتا ہے۔ اور پاکستان جسے مودی کی حکمتِ عملی مٹانے کے درپے تھی کمزور ہو کر نہیں، بلکہ بیدار ہو کر اُبھرا ہے۔ یہ صرف ایک تزویراتی ناکامی نہیں، بلکہ تاریخ میں یاد رکھا جانے والا لمحہ ہے: جب بھارت نے شکست کے ذریعے نہیں، بلکہ حد سے تجاوز کر کے اپنی برتری کھو دی۔ یہ محض ایک جھڑپ نہ تھی۔ یہ طاقت اور تاثر کا نقشہ دوبارہ کھینچنے کی کوشش تھی۔ مگر بھارت کی حکمتِ عملی جس کا مقصد غلبہ حاصل کرنا تھا اپنی حدود ظاہر کرنے پر ختم ہوئی۔ بھارتی فضائیہ، جسے طویل عرصے سے برتر سمجھا جاتا تھا، آزمائی گئی اور روک دی گئی۔ چھڑی پاکستان کو توڑنے کے لیے گھمائی گئی، لیکن وہ ہوا میں ہی ٹوٹ گئی۔ مودی کی گہری چال واضح تھی:

1۔ پاکستان کو اشتعال دلا کر جوابی ایٹمی کارروائی پر مجبور کرنا۔

2۔ اسے عالمی سطح پر تنہائی میں ڈالنا۔

3۔ اور پاکستان کی ساکھ کو تباہ کرنا۔

مگر پاکستان نے پلک نہ جھپکی، اس نے تحمل، درستگی، اور حکمتِ عملی کے ساتھ کھڑے ہو کر جواب دیا۔ چینی ISR، ریڈار، اور میزائل نیٹ ورک کی پشت پناہی کے ساتھ، پاکستان نے جو ممکنہ شکست ہو سکتی تھی، اسے خطے کے توازن

میں بدل دیا۔ 1۔ رافیل طیاروں کا افسانہ مٹ گیا۔ 2۔ INS وکرانت خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ 3۔ اور نفسیاتی برتری جو بھارت کا سب سے بڑا ہتھیار تھا کھو دی گئی۔ یہ طاقت کو آزمانے کا عمل تھا اور اس میں بھارت نے اپنا ہاتھ ظاہر کر دیا اور برتری کا طلسم توڑ دیا۔ بھارتی فضائیہ، جو کبھی ناقابلِ تسخیر سمجھی جاتی تھی، اب جانچی، ناپی، اور روک لی گئی ہے۔ روایتی برتری کا پورا فریم ورک جسے ایسے ہی دن کے لیے تیار کیا گیا تھا عوام کے سامنے بکھر گیا۔ 1۔ اب افسانہ چکنا چور ہو چکا ہے۔ 2۔ نفسیاتی برتری ختم ہو چکی ہے۔ 3۔ اور "اکھنڈ بھارت" کا خواب جو قوم پرستانہ نعرے کے ساتھ پیش کیا گیا تھا پانی میں بہہ گیا ہے۔

پاکستان کی تاریخ سے ملاقات: آخری حد سے حکمت کی طرف گزشتہ رات یاد رکھی جائے گی۔ ان واقعات کے لیے جو نہیں ہوئے؛ اسلام آباد کا ''سقوط''، کراچی پورٹ کی ''تباہی''، جنرل عاصم منیر کی ''گرفتاری'' یہ سب بھارتی میڈیا کی آخری کوششیں تھیں فتح کا تاثر پیدا کرنے کی، ایک نفسیاتی فتح کا ڈرامہ رچانے کی۔ مگر وہ ناکام ہو گئے اور اسی ناکامی میں ایک نئی حقیقت نے جنم لیا۔ آج مودی جب شمال کی طرف دیکھتے ہیں تو ایک بحال شدہ اتحاد کو دیکھتے ہیں پاکستان اور چین، پہلے سے کہیں زیادہ قریب۔ یہ پاکستان کی تاریخ سے ملاقات تھی: ایک وجودی لمحہ، جسے وقار اور درستگی سے نبھایا گیا۔ جنہیں بھارت ''لوہے کی اڑتی ہوئی نلکیاں'' کہہ کر مذاق اڑاتا تھا، انہوں نے باز رکھنے کی نئی تعریف پیش کی۔ پاکستان نے جدید جنوبی ایشیائی تاریخ کی سب سے مربوط دفاعی حکمتِ عملی اور حقیقی وقت میں ہم آہنگی کا مظاہرہ پیش کیا۔ اور اب، جب بھارت کا غرور دب چکا ہے، ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے غرور سے کم، عاجزی سے زیادہ۔ عرب دنیا اب مودی کو اسی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی اور نہ ہی ٹرمپ یا مغرب۔ کیونکہ انہوں نے حقیقت دیکھ لی ہے:

1۔ پاکستان قراقرم، سلک روڈ، واہگہ، خیبر، اور طورخم کے سنگم پر کھڑا ہے۔

2۔ اس کے پاس صرف جغرافیہ نہیں، بلکہ 2.8 ارب افراد کے خطے کے استحکام کی کنجی بھی ہے۔

3۔ تزویراتی نقشہ بدل چکا ہے اور دنیا کی نظر کا زاویہ بھی۔

تزویراتی پیش گوئی: مودی کی غلطی اور نئے طاقت کے توازن کا آغاز جو طاقت کے مظاہرے کے طور پر شروع ہوا، وہ اب تزویراتی غلطی کی کتابی مثال بن چکا ہے۔ مودی کا مقصد واضح تھا:

1۔ برتری جتانا، پاکستان کو تیزی سے نیچا دکھانا، اور بھارت کی علاقائی برتری کو مستحکم کرنا۔ یہ منصوبہ بھارتی فضائیہ کی برتری، رافیل طیارے، INS وکرانت، سیٹلائٹ انٹیلی جنس، اور سیاسی غرور پر مبنی تھا۔

2۔ مودی کے نزدیک جنگ 99٪ مکمل تھی صرف ایک آخری وار باقی تھا۔ مگر یہ فریب اس لمحے ٹوٹا، جب بھارتی طیارے متنازع فضائی حدود میں داخل ہوئے۔ فضائی برتری کی شکست طاقت سے نہیں، بلکہ کچھ زیادہ پیچیدہ

ذریعے سے ہوئی: پاکستان اور چین کے درمیان گہری، حقیقی وقت کی ہم آہنگی۔ پاکستانی فضائیہ کے پاس صرف ریڈار نہیں، خلا میں آنکھیں بھی تھیں، چینی ISR سیٹلائٹس، Saab Erieye AWACS، اور PL-15 طویل فاصلے والا فضائی میزائل ایسا جال بن چکا تھا جس میں بھارتی طیارے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ بھارت نے جیسے ہی اپنی فضائی قوت کو ''ٹائیگر'' فارورڈ بیسز پر مرکوز کیا پاکستان دیکھ رہا تھا۔ PAD سسٹمز خاموشی سے نگرانی کر رہے تھے۔ اور جیسے ہی IAF طیاروں نے اڑان بھری، صرف وہی نشانہ بنے جنہوں نے ہتھیار فائر کیے۔

رافیل پائلٹس؟ متعدد رپورٹس کے مطابق، انہوں نے میزائل کو آتے ہوئے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ جب PL-15 کو AWACS کی رہنمائی حاصل ہو، تو وہ نظر نہ آنے والا بھوت بن جاتا ہے جو مار دیتا ہے، دیکھے جانے سے پہلے۔ یہ کوئی فضائی جنگ نہ تھی۔ یہ نیٹ ورکڈ وارفیئر کی گھات تھی۔

سمندر میں بھی یہ فریب بکھر گیا۔ INS وکرانت، بھارت کا فلیگ شپ کیریئر، ایک پاکستانی P-3C Orion کی ریڈار لاکنگ کے بعد پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا ایک حکمت بھری توہین، جو میزائل سے نہیں، بلکہ ریڈار اور برداشت سے دی گئی۔ یہ ایک نئی بازدار حقیقت کا اشارہ تھا: بھارت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ پیچھا کیا جا سکتا ہے۔ اور روکا جا سکتا ہے۔ مودی کا خواب ''پاکستان کو مٹا دینا''، اسے تقسیم کرنا، اس کے دریا خشک کرنا، اس کے شہر تباہ کرنا تھا۔ اب یہ ایک دُور کا خواب بن چکا ہے۔

عالمی اثرات: پاکستان، جسے طویل عرصے سے "ناکام ریاست" کے طور پر پیش کیا جاتا رہا؛ اب ایک قابلِ اعتماد توازن کے طور پر اُبھرا ہے۔ نہ کوئی معاشی دیو، نہ دوسرے درجے کا کھلاڑی بلکہ ایک ایسا ملک جس نے بھارتی فضائیہ کو روکا، اور ثابت کیا کہ دفاع صرف تعداد سے نہیں، بلکہ درستگی سے ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک حکمتِ عملی کی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک نفسیاتی دھچکا ہے۔ اسلامی دنیا، جو پہلے تذبذب میں تھی، اب نئے زاویے سے دیکھ رہی ہے کیونکہ جدید جنگ میں عزت نعروں سے نہیں، بلکہ بازدار قوت سے حاصل کی جاتی ہے۔

بھارتی میڈیا، جس نے ایک رات قوم پرستانہ جوش میں اسلام آباد کے "فتح" کا ڈرامہ رچایا، صبح کو شرمندگی اور خاموشی کے ساتھ بیدار ہوا۔ زی نیوز سے ٹائمز ناؤ تک، خواب ٹوٹ گیا۔ انفلوئنسرز نے معافی مانگی۔ ٹوئٹس ڈیلیٹ ہو گئے۔ بھارت کے کئی بزرگ تجزیہ کاروں نے احتساب کا مطالبہ کیا۔

میری پیش گوئی: 1۔ مودی پیچھے ہٹیں گے۔ اس لیے نہیں کہ وہ چاہتے ہیں، بلکہ اس لیے کہ اب ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں۔

2۔ جو ایک ''سرجیکل اسٹرائیک'' سمجھا جا رہا تھا، وہ اب تکنیکی، سیاسی، اور نظریاتی شکست بن چکا ہے۔ (بقیہ: صفحہ نمبر: ۴۱)

مقالات ومضامین

مطالعے کی میز پر

مرتب: محمد احمد حافظ

''مطالعے کی میز سے'' ہلکے پھلکے مختصر مضامین؛ اور اقتباسات کا سلسلہ ہے، جس میں کوشش ہوگی کہ قدیم رسائل وجرائد کی فائلوں میں دفن خزینوں سے اکابر علماء ومشائخ کے تفسیری، حدیثی علمی نکات اور تاریخی واصلاحی نوادر پیش کیے جائیں۔ امید ہے کہ قارئین ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کو یہ سلسلہ پسند آئے گا۔

وہ صفات جو قرآن کے فہم واستفادہ کے لیے معاون ہیں:

۱۔طلب: قرآن سے منتفع ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کی طلب پیدا ہو، جس کو سرے سے اس کی طلب نہیں اس کے لیے قرآن کیا مؤثر ہوسکتا ہے؟!۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ طلب پر دیتا ہے اور طلب کی اس کے یہاں بڑی قیمت ہے۔

۲۔استماع واتباع: قرآن ایک صحیفہ اور ایک تعلیم ہے۔ اس سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو غور سے سنیے؛ لیکن صرف غور سے سن لینا کافی نہیں جو حصہ عمل کے قابل ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے، علم بلا عمل ایک دماغی تعیش ہے۔

۳۔خوف: قرآن کی بنیاد خدا کے خیال اور اس کے خوف پر ہے، جس کا دل بالکل خدا کے خوف سے خالی ہے، اور جس کے لیے خدا کے نام میں کوئی اثر اور کشش نہیں اس میں درحقیقت دین کا مادہ نہیں۔

۴۔ایمان بالغیب: اللہ تعالیٰ کی صفات، وحی، فرشتے، آخرت، جنت اور دوزخ۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو خلاف عقل نہیں، لیکن ماورائے عقل ضرور ہیں، یہ سب غیب میں شامل ہیں، جس کے لیے انبیاء پر اعتماد کرنا اور جو کچھ وہ بتائیں اس کو قبول کرنا یہی ایمان بالغیب ہے۔

جو لوگ اپنے یقین اور اعتقاد کے لیے مادیات اور محسوسات کے پابند ہیں، اور جو چیز ان کے عقل وقیاس میں نہ آئے ان کا انکار کردیتے ہیں، وہ حقیقت میں دین کی حقیقت سے ناواقف ہیں، ان کے لیے دین کی سرحد میں داخل ہونا ہی مشکل ہے، وہ قرآن سے منتفع نہیں ہوسکتے۔

۵۔تدبر: قرآن سے فائدہ اٹھانے کے لیے تدبر بھی شرط ہے۔ قرآن نے جا بجا تدبر کی ترغیب دی ہے اور مؤمنین کی تعریف کی ہے جو قرآن کو سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اس پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

۶۔مجاہدہ: قرآن کے فہم اور تدبر میں اور اس پر عمل کرنے میں (کسی درجہ کا) مجاہدہ اور وقت بھی ضروری اور مفید ہے۔قرآن انسانی کتابوں میں سے نہیں ہے جن کے مضامین کا احاطہ اور ان کے مصنفین کا مقصد آدمی محض اپنی ذہانت یا علم کی بنا پر معلوم کر لیتا ہے، اللہ کی منشاء معلوم کرنے کے لیے اللہ کی رضا اور اعانت کی ضرورت ہے، جب انسان اس کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے، طہارت اخلاق، اور تزکیہ نفس سے کام لیتا ہے تو اللہ کی رحمت بھی اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور اللہ اپنی کتاب کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔

۷۔ادب وعظمت: قرآن مجید سے استفادہ، اس سے ہدایت وفیض حاصل کرنے، اور روح وقلب کو اس سے جلا وغذا دینے کے سلسلے میں اس حقیقت کا ملحوظ رہنا بھی ضروری اور مفید ہے کہ وہ محض معلومات کا کوئی دفتر، یا ضوابط وقوانین کا کوئی مجموعہ نہیں ہے، جس کو کسی طرح پڑھ لیا جائے اور اس کے مضامین ومندرجات سے آگاہی حاصل کر لی جائے، وہ احکم الحاکمین اور سلطان السلاطین کا کلام ہے، جو جمال وکمال اور عطاء ونوال کی تمام صفتوں سے متصف ہے۔(مستفاد: ''مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی''، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

حقیقت تقویٰ:

تقویٰ کا استعمال شریعت میں دو معنیٰ میں ہوتا ہے، ایک ''ڈرنا''، دوسرے ''بچنا''۔تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو (معاصی سے) ''بچنا'' ہی ہے مگر سبب اس کا ڈرنا ہے، کیونکہ جب کسی چیز کا خوف دل میں ہوتا ہے، اس سے بچا جاتا ہے۔تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں۔ایک تقویٰ یہ ہے کہ کفر اور شرک سے بچے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو ترک نہ کرے اور محرمات کا ارتکاب نہ کرے۔پھر جیسے جیسے اعمال ہوں گے، ویسا ہی تقویٰ پیدا ہوتا رہے گا؟ اور تقویٰ کے کمال سے ایمان بھی کامل ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ درجہ احسان حاصل ہو جائے گا، جو کہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہی تقویٰ کا بھی اعلیٰ درجہ ہے، اور یہی درجہ مطلوب ہے، (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ، از ''بصائر حکیم الامت'' ص: ۳۴۳)

تاریخ کا بے بس اور مظلوم ترین انسان:

مغرب کے صنعتی انقلاب نے جس جاہلیت جدیدہ کو جنم دیا، اس نے نہ صرف بے شمار مسائل، ان گنت ناہمواریوں، لاتعداد تضادات، اور بے حد الجھنوں کے تحائف سے جدید انسان کو نوازا، بلکہ اسے انسانی قدروں اور روحانی رشتوں سے اس حد تک محروم کر دیا کہ وہ اچھا خاصا ''حیوانِ آکل'' بن کر رہ گیا۔مور بیضہ کی طرح اس کی تگ وتاز کا میدان اس فضائے نیلگوں تک محدود ہے، وہ مادیت کے ایک ایک شعبہ حیات کے لیے مستقل سائنس رکھتا ہے، کیڑے مکوڑے اور درختوں

کے پتے تک اس کی سائنٹفک ریسرچ کا موضوع بنے ہوئے ہیں، اوراس کی سائنسی تحقیقات سے مشرف ہورہے ہیں، لیکن جو چیز اس کی نظرِ التفات سے محروم ہے، وہ خوداس کا فلسفۂ موت وحیات اور قلب ونظر کی سائنس ہے، جسے مذہب کہا جاتا ہے، اور جوانسان کے سر پر ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ '' کا تاج رکھ کر صرف اقلیم مادیات سیادت و قیادت ہی اسے عطا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی معصوم اور نورانی مخلوق کو اس کے آگے سرنگوں دیکھنا چاہتا ہے: ''وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ!''

جدیدانسان کا گوشۂ چشم کبھی اپنے فلسفۂ زیست (مذہب) کی طرف ملتفت ہوا بھی تو اس نیت سے نہیں کہ وہ اس کے ذریعے شرف انسانیت کی تکمیل کا موادفراہم کرے یا اپنے داغ جگر اور افسردگی قلب کا مداوا ڈھونڈے، بلکہ اس نقطۂ نظر سے کہ: مادیت کے جدید اسلحہ سے مذہب کی روح کو کچلنے میں کامیابی کس طرح حاصل کی جائے؟

الغرض! آج کا جدید انسان سائنسی انسان اور مشینی انسان مذہب بیزاری کی بدولت روحانی خودکشی کر چکا ہے، وہ خود اپنے ہاتھوں جس قدر مظلوم، بے بس، محروم اور بے مقصد بن چکا ہے، تاریخ نے اپنے طویل ترین سفر میں اسے کبھی اتنا مظلوم اور لاچار نہیں دیکھا ہوگا۔ (حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، بحوالہ ''نقد ونظر'' ص ۲۱۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال:

پاکستان کو دنیا کے سامنے اسلامی نظام بطور مثال پیش کرنا چاہیے، تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو کہ اسلام ہی امن وانتظام، خوشحالی واطمینان اور اقلیتوں کی حفاظت کا ضامن ہے۔ حکومت ایسی تدابیر فی الفور اختیار کرے کہ یہاں انسانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں کتاب اللہ کو رہنمائی کا درجہ مل جائے۔ (خطبہ ڈھاکہ)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کامل کا اسلامی نظامِ حیات عملی شکل میں اختیار کر کے کرّہ ارض میں ہدایت وارشاد کا مینار ثابت ہوگا۔ حضرات علماء کرام! یہ آپ کا کام ہے کہ اسلام کی خاطر چھوٹے چھوٹے اختلافات اور فروعی نظریات سے کنارہ کش ہو کر مسلم قوم کو سنبھالنے اور سنوارنے کے لیے اتحاد ویکجہتی کے ساتھ کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور قوم کو اس قابل بنا دو کہ وہ نظام شریعت کو اپنا نظامِ زندگی بنا لے۔

میرے نوجوانو! وقت ہے کہ تم ہمت اور اولوالعزمی دکھاؤ اور دریائے الحاد کے دھارے کے خلاف اگر تیرنا پڑے تو شیر ببر کی طرح سینہ سپر ہو جاؤ۔ خدائی نظام کا احیا تاریخ میں تمہارا نام روشن کرے گا اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو بنائے گا۔ یاد رکھو! خدا کا دیا ہوا یہ موقع بھی اگر ہاتھ سے کھو دیا تو دنیا وآخرت کی تباہی سے کوئی چیز تمہیں نہیں بچا سکتی۔ ((بحوالہ: مقالات، مشاہدات، واقعات، شخصیات تاثرات، حافظ قاری محمد اکبر شاہ بخاری ص ۱۵۸)

حضرت مولانا حامدالحق حقانی شہید رحمۃ اللہ علیہ
کی شخصیت وکردار پر ایک نظر

مولانا عرفان الحق حقانی
مدیر: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پوتے، شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے فرزند اکبر جمعیت علماء اسلام کے سربراہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم، رابطہ عالم اسلامی کے مشیر، سابقہ ممبر قومی اسمبلی، اعلیٰ اخلاق وکردار کے آئینہ دار، تواضع اور ملنساری کے خوگر، نادار اور غریب لوگوں سے حد درجہ محبت کرنے والے، حق گو وبے باک رہنما، دنیا بھر میں حریت وآزادی کے تحاریک کے پشتیبان، پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار، میرے تایازاد اور برادر نسبتی حضرت مولانا حامدالحق حقانی کو جمعہ ۲۸ فروری ۲۰۲۵ء کو بعد از نماز جمعہ دارالعلوم حقانیہ کی مسجد کے دروازے میں ظہر کو ۲ بجے ظالموں نے بڑی بے دردی کیساتھ دھماکے میں دیگر ۵، افراد کیساتھ شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر لھم وارحم علیھم آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شہداء کے اسماء گرامی: دارالعلوم حقانیہ کی مسجد میں ہونے والے خطرناک دھماکے کی آواز میلوں تک سنائی گئی۔ مولانا حامدالحق شہید رہائش گاہ کے سامنے مسجد کے دروازے میں نماز کی ادائیگی کے بعد نکل رہے تھے کہ اس دوران یہ دھماکہ کیا گیا۔ اس حادثہ میں دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ حفظ کے نگران مولانا قاری شفیع اللہ صاحب کے معصوم فرزند، مجذوب شاکراللہ، دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت رکھنے والے غریب رنگساز، کتابی ذوق کے حامل ضلع صوابی کے گاؤں جلسئی سے تعلق رکھنے والے جناب تجمل خان، اکوڑہ خٹک کے قریب دریا پار علاقہ ترلاندی سے تعلق رکھنے والے حقانیہ کے عقیدتمند جناب شیر داد صاحب، مولانا حامدالحق شہیدؒ کے جگری دوست قدیم محلہ ککے زئی کے رہائشی جناب تنویر افضل جان اور سب انسپکٹر ریلوے پولیس ملک بخشش الٰہی مرحوم کے فرزند ملک اشتیاق بھی شہادت پاگئے۔

شہید مولانا حامدالحق کی کیفیت: جن بدبختوں اور شقی القلب لوگوں نے یہ گھناؤنی حرکت کی ہے وہ انسان نام رکھنے کے بھی مستحق نہیں۔ مولانا حامدالحق حملہ میں نشانہ تھے۔ دشمن ان کی جان لینے میں بظاہر کامیاب ہوئے

لیکن درحقیقت انہوں نے دنیا وآخرت کا خسارہ مول لیا۔مولانا حامدالحق کوفوری طبی امداد کیلئے کمبائنڈ ملٹری ہسپتال نوشہرہ پہنچایا گیا لیکن طبی ماہرین کا کہنا تھا کہ وہ موقع پر شہادت پا گئے تھے۔اس خطرناک دھماکے میں جسے خودکش قرار دیا گیا ہے باوجود بھاری بارود کے مولانا شہید کا بدن سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک مکمل سالم تھا۔یعنی کوئی عضو یا حصہ علیحدہ نہیں ہوا۔اس پر یہ کہنا مناسب ہے کہ یہ ان کی پس از مرگ کرامت ہی تھی۔جسم اور پیٹ میں بارودی چھرے لگنے اور زخموں کے سبب ان کی موت واقع ہوئی۔مولانا حامدالحقؒ کے بڑے فرزند مولانا عبدالحق ثانی اس حادثے میں مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اتر آئے تھے اور اس طرح وہ بفضل اللہ تعالیٰ محفوظ رہے۔لیکن ان کی ناک کریک ہوکر لہولہان ہوئے، ان کے چھوٹے فرزند حافظ محمد احمد بحمداللہ محفوظ ہیں۔سوشل میڈیا پر ان کی شہادت کی خبر غلط چلی ہے۔

مسجد میں مخصوص جگہ دائیں جانب پہلے صف میں جہاں مولانا حامدالحق نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے۔اس احاطہ میں ہمارے خاندان کے تقریباً جملہ لوگ جو کہ چھوٹوں، بڑوں سمیت ۱۵، افراد تک پر مشتمل ہوتے۔نماز میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل وکرم کے طفیل بچالیا۔

مولانا حامدالحق شہادت کی خلعت فاخرہ پاکر جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو چلے۔ان کا ناگہانی سانحہ بہت بڑے غم وکرب وافسوس کا باعث ہے۔لیکن رضا مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔واقعہ کے وقت احقر اتفاقاً ایک جنازہ میں شرکت کی غرض سے قریبی مسجد میں ۲ بجے سے قبل ہی نماز پڑھنے چلا گیا۔فارغ ہوکر آیا تو مسجد میں خطبہ کی آواز سن کر گھر میں بیٹوں کو بھی نماز کیلئے بھیج دیا۔

دھماکے کے بعد کی صورتحال: احقر نے گھر میں ہی ہولناک دھماکے کی آواز سنی تو فوراً دارالعلوم دوڑ کر آیا جہاں بڑی بگھڈر مچی تھی۔یہاں دارالحدیث کے سامنے دو تین لاشیں خون میں لت پت پڑی تھی۔انسانی بدن کے چھیتڑے دیواروں، چھتوں، زمین پر دور دور تک نظر آرہے تھے۔دل دہلا دینے والی اس کیفیت کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں تھی۔میری ذہنی کیفیت بالکل ابتر تھی۔صحن میں ادھر ادھر دیوانہ وار چکریں کاٹ رہا تھا کہ یہ کیا قیامت خیز منظر ہے۔اکوڑہ خٹک کے بعض ساتھی مجھے پکڑ کر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی رہائش گاہ کی طرف لے گئے۔وہاں جاکر بے چینی اور بڑھ گئی،کبھی اٹھتا،کبھی بیٹھتا،کبھی گیٹ کی طرف جالپکتا،ہسپتال جاکر صورتحال دیکھنے کا بھی خواہاں تھا۔لیکن میری حالت اور ہوش وحواس کے صورتحال کی بناء پر حفاظتی وسیکیورٹی اہل کاروں نے باہر جانے سے منع کردیا۔

دریں اثناء سخت پریشانی میں برادرم اسامہ سمیع الحق سے موبائل پر رابطہ ہوا جنہوں نے بتایا کہ بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ وہ شہید چکے ہیں۔اس بات کے سنتے ہی ایسا لگا جسے دل اور کلیجہ کسی نے چیر دیا ہو۔ میں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی کو کہا کہ جا کر گھر میں لاش آنے کی تیاری پکڑو اور شہید کے اہل خانہ کو ذہنی طور پر تدریجاً تیار کرو۔

شہید کی شخصیت کے مختلف زاویے:

شخصیت و کردار کے عناصر: دماغ میں مولانا حامد الحق کی شخصیت و اخلاق و کردار کے حوالہ سے نقشہ گھوم رہا تھا کہ ہائے اس شخصیت کو ظالموں نے مارتے ہوئے یہ نہ دیکھا کہ یہی وہ عظیم انسان ہے جو غزہ کے مسلمانوں کیساتھ یکجہتی کیلئے جمعہ کے روز مسجد میں مسلمانوں کے جذبات کو گرما کر ان کیلئے تائید حاصل کروا یا یہی وہ درمند تھے جس نے کشمیری مسلمانوں کے اوپر جب بھی ان کی ریاست عقوبت خانہ بنایا گیا تو ہر موقع پر ان مظالم پر آواز اٹھانے کیلئے پاکستان بھر میں اجتماعات کرواتا اور خود سڑک پر نکل کر ان کے لئے آواز اٹھانا، افغانستان میں بیرونی جارحیت جس دور میں بھی ہوئی تسلسل کیساتھ حریت و آزادی کیلئے کام کرنے والی تحریکوں کے ساتھ اپنی آواز ملاتا، تحفظ و تقدس حرمین کے متعلق مؤثر آواز ہر پلیٹ فارم پر پیش کرتا، عراق، لیبیا، بوسنیا، جہاں بھی مسلمان مظلوم و مقہور ٹھہرا ان کے ساتھ اپنی یکجہتی کا ثبوت دیتا، پاکستان اور دنیا بھر میں اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جوش و جذبہ کیساتھ میدان عمل میں کودتا۔ان جیسے سینکڑوں امور میں اپنی بھرپور تڑپ و تحریک کیساتھ شریک ہوتا۔ یہ ان کے کردار کی ایک تصویر ہے۔ دوسری طرف تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ ہو، ناموس رسالت و ناموس صحابہ کا مشن ہو، عظمت قرآن کا امر ہو ہر جگہ وہ اپنی حاضری لگانا فرض منصبی سمجھتے۔ الہ العالمین آج اس آواز کو مٹانے اور ختم کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔ حقیقت یہی ہے کہ:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کردار کا تیسرا رخ پارلیمنٹ میں شریعت بل کی جدوجہد ہو، نوشہرہ کے عوام کے حقوق کی تحفظ کی بات ہو۔اس میں بھی آپ ہمہ وقت سرگرم عمل نظر آتے رہے۔ ہم ان کے کس کس ادا کو یاد کریں گے؟ ان کی شخصیت کا چوتھا رخ مملکت عزیز پاکستان کے دفاع و تحفظ کیلئے میدان میں نکلنے کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ چند جملوں میں ان کے کردار کا احاطہ ممکن نہیں تاہم یہ ایک جھلک ہی تھی جو پیش کی گیء۔

رات کو تقریباً ایک بجے لاش کو ہم ایمبولینس کے ذریعے اکوڑہ خٹک لائے۔ ہسپتال کے اہلکاروں نے انہیں غسل و کفن دیکر میت ہمیں حوالہ کیا۔ مولانا راشد الحق کے گھر کے تہہ خانہ میں ان کو دوبارہ غسل دیا گیا۔ راقم الحروف کو غسل

دینے کی سعادت حاصل ہوئی ۔مولانا عبدالحق ثانی ،مولانا راشدالحق ، مولانا ظفر زمان ، مولانا لقمان الحق، مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع، جناب اعجاز حسین، جناب نور حبیب صاحبان میرے معاون تھے۔

جنازہ اگلے روز گیارہ بجے طویل غور خوض کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں ہی رکھا گیا۔

عمومی دیدار وزیارت اور نظم کے بندھن غیر مؤثر: ان کی زیارت کیلئے صبح دس بجے کا ٹائم مقرر ہوا، دیگر تین شہداء کو بھی ان کے ساتھ جنازہ پڑھوانے کیلئے دارالعلوم لایا گیا۔دارالعلوم میں ان کے شہادت کے بعد ہزاروں لوگ تعزیت کیلئے جوق درجوق آنے لگے۔دارالحدیث ہال میں تعزیتی نشست بنائی گئی۔علماء وزعماء، سیاسی لیڈران ،اور زندگی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے نمائندگان فاتحہ خوانی اور تعزیتی کلمات بھی پیش کرتے رہے۔راقم نے خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرنے کا فریضہ نبھایا۔لاکھوں لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے نظم وضبط کا مضبوط نظام بھی غیر موثر رہا۔سکیورٹی اہلکاروں، مقامی انتظامیہ، ضلعی وصوبائی ایڈمنسٹریشن نے نظم کیلئے بھرپور جتن کیے۔لیکن ہر کوئی دیوانہ وار شہید کی زیارت کیلئے بے صبری کا مظاہرہ کرنے پر مجبور نظر آرہا تھا۔تدفین اپنے والد کے پہلو اور والدہ کے پاؤں میں کی گئی۔قبر میں اتارنے کی سعادت مولانا مفتی غلام قادر حقانی، احقر عرفان الحق، حافظ احمد خیار قاسمی، حافظ محمد احمد نے حاصل کی۔دنیا بھر کے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک وسوشل میڈیا اس واقعے کو اپنے اپنے انداز سے پیش کررہے ہیں۔کوئی دارالعلوم حقانیہ داداجان شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شہید عمی المکرم مولانا سمیع الحقؒ اور شہید موصوف کو خراج تحسین پیش کررہے ہیں تو بعض نادان وکم ظرف اپنی طرف سے من گھڑت تجزیے اور منفی باتیں پھیلارہے ہیں لیکن حق بات تو یہی ہے کہ برتن میں جو کچھ ہو وہی اس سے نکلے گا۔

جنازہ کی امامت وتدفین: خاندانی مشاورت کے تحت ان کے فرزند مولانا عبدالحق ثانی نے جنازہ پڑھایا۔ مسجد سے جائے تدفین تک چند سو میٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے پون گھنٹہ لگا۔اس سے آپ قارئین لوگوں کی عقیدت ومحبت اور کثرت کا اندازہ لگائیے۔خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اتفاق رائے سے مولانا راشدالحق کو ان کی جگہ نائب مہتمم مقرر کیا گیا۔اس کی تائید جنازہ کے موقع پر لاکھوں علماء وطلباء اور عوام الناس سے بھی لی گئی۔

شہید کے مختصر حالات جو کہ ان کی نظر سے بھی ان کی زندگی میں گزرے ہیں یوں ہیں:

تاریخ پیدائش: مولانا حامدالحق حقانی بن حضرت مولانا سمیع الحق کی پیدائش ۲۶ مئی ۱۹۶۷ء جمعۃ المبارک کے دن بوقت طلوع شمس بمکان حضرت شیخ الحدیث واقع نزد مسجد (وقدیم مدرسہ حقانیہ) محلہ ککے زئی میں ہوئی۔

خاندانی شرافت: جداعلیٰ مولانا عبدالحمید کے نام کے ساتھ لاحقہ اخند کا غذات مال میں مرقوم ہے اور یہ لقب صاحبِ سوانح کی تحقیق کے مطابق وسط ایشیا، ایران اور مغربی ترکستان میں دینی پیشوا' مفتیوں اور بلند پایہ علماء کیلئے استعمال ہوتا آیا ہے۔ والدہ محترمہ دخترِ الحاج میاں کرم الٰہی صاحبؒ (جو کہ پشاور کے معروف تاجر اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، کی جانب سے شجرہ نسب رہبر طریقت حضرت میاں محمد عمر صاحب چشتی المعروف سوکنو باباجیؒ آف چمکنی پشاور تک پہنچتا ہے۔

تعلیم: داداجان حضرت شیخ الحدیثؒ نے خود اپنی مسجد میں رسم بسم اللہ کروا کر کابل استاد کے ساتھ ناظرہ قرآن کے لئے بیٹھایا۔ پھر خود حضرتؒ نے نماز سکھائی، اور عملاً پڑھوائی۔ باضابطہ رسم بسم اللہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی موجودگی میں مولانا سمیع الحق صاحب نے دارالعلوم دیوبند ہندوستان کے مہتمم شیخ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ذریعے ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ بمطابق ۳ فروری ۱۹۷۵ء کو (سات برس کی عمر میں) بروز پیر صبح نو بجے دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں کروائی۔

عصری تعلیم کیلئے اسلامیہ تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ آٹھویں کلاس (مڈل) تک اسی سکول میں پڑھنے کے بعد شوال ۱۴۰۴ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء کے وسط میں مستقل درجہ اولیٰ کی کتابیں شروع کی۔ درس نظامی کے دوران علوم عصریہ کی تعلیم پرائیویٹ طور پر جاری رکھتے ہوئے میٹرک ۱۹۸۹ء' ایف اے ۱۹۹۰ء میں انٹرمیڈیٹ بورڈ پشاور سے پاس کئے۔ بی اے پولیٹیکل سائنس پنجاب یونیورسٹی لاھور سے ۱۹۹۲ء میں کیا، علوم عربی کا کورس جامعۃ الامام السعود الریاض سعودی عرب سے ۱۹۹۳ء میں کیا۔

فراغت: ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فراغت حاصل کی۔ دستار بندی ایک عظیم تقریب جامع مسجد حقانیہ میں بعد از نماز جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۹۲ء اکابرین پاکستان اور افغانستان کی مذہبی اور سیاسی قیادت کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستگی: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ' حضرت علامہ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صدیقی نقشبندیؒ سے تصوف وسلوک میں استفادہ کیا۔

تدریسی خدمات: ۲۹ شوال ۱۴۱۲ھ بمطابق 2 مئی 1992 بروز ہفتہ حقانیہ میں تدریس کا آغاز کیا، ابتداءً حسبۃً للہ یہ خدمات انجام دیئے بعد میں ۱۲۰۰ روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا۔ ممبر اسمبلی منتخب ہو کر مشاہرہ لینا ترک کر دیا۔

تالیفی سرگرمیاں: مختلف رسائل بالخصوص مجلہ الحق اور ملک بھر کے اخبارات میں مضامین وقتاً فوقتاً لکھتے تھے،

مختصر سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ پشتو/ اردو زیر طبع۔ کتاب شجرہ نسب خاندانِ مولانا عبدالحقؒ زیر طبع۔

جہاد میں کردار: جہاد افغانستان میں اپنے خاندان کے بزرگوں کی طرح خدمات انجام دیتے چلے آئے۔ افغانستان کے مختلف محاذوں اور چھاؤنیوں میں وقت گزارا۔ پاکستان اور افغانستان میں مجاہدین اور تحریک طالبان، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، فلسطین کیلئے سیاسی محاذوں پر رائے عامہ ہموار کرنے کیلئے سعی کرتے آئے۔

اکابر اساتذہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ، حضرت مولانا انوار الحق، حضرت مولانا مفتی سیف اللہ مروت، حضرت مولانا فضل الٰہی شاہ منصور، حضرت مولانا عبدالحلیم دیر بابا، حضرت مولانا اسید اللہ ہزارویؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا حافظ مفتی غلام الرحمان، حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے سینکڑوں فارغ التحصیل، مجاہد، پروفیسرز، لیکچرارز، فوج میں خطباء، مدارس میں مدرسین اور سکولوں میں معلمی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی و رفاہی امور: ضلع نوشہرہ اور خصوصاً اکوڑہ خٹک میں رفاہی عوامی خدمات کے علاوہ ملکی سیاست میں جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے اس تحریک کا حصہ ہیں۔ این اے ٦ سے، ۲۰۰۲ء میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔

اسفار و زیارات اکابر: کئی مرتبہ حج و عمرہ اور تعلیمی سلسلہ میں سعودی عرب جانے کی سعادت حاصل کی، متحدہ عرب امارت، اردن، سنٹرل ایشیاء، قازقستان، کرغیزستان، تاجکستان، افغانستان، یورپ اور برطانیہ کے مختلف ممالک کے دورے کئے، جشن صد سالہ دیوبند میں ہندوستان جا کر شرکت کی، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا اسعد مدنی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ، شیخ بن بازؒ مفتی اعظم سعودی عرب، شیخ عبداللہ ابن سُبّیل، اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ امیر تبلیغی جماعت (مدینہ منورہ) حافظ القران والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، علامہ شمس الحق افغانی اور دیگر کئی بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل رہی۔

اولاد: اولاد میں چار بیٹیاں طوبیٰ، طیبہ، آمنہ، مریم اور دو بیٹے مولانا عبدالحق ثانی فاضل و مدرسِ حقانیہ جبکہ حافظ محمد احمد زیر تعلیم ہیں جبکہ احفاد میں محمد مصطفی شافع الحق، محمد حسن شامل ہیں۔

تبصرہ کتب

حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: 335۔ طباعت: مناسب۔ قیمت: لکھی نہیں۔
ملنے کا پتا: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ۔ رابطہ نمبر 0301-3019928

''حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ کی تالیف ہے۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرات اور حج کی تمام تفصیلات وجزئیات بمع کیفیات جمع فرمادی ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے کب روانہ ہوئے؟ ذوالحلیفہ کب پہنچے اور احرام کب باندھا؟ مکہ مکرمہ میں وُرود مبارک۔ بیت اللہ کی زیارت، طواف، سعی صفا ومروہ، منیٰ ومزدلفہ اور عرفات میں قیام ووقوف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر کیا کیا وصیتیں امت کو ارشاد فرمائیں؟ دورانِ حج کیا کیا واقعات پیش آئے؟ ان سب کی تفصیل اس کتاب میں آگئی ہے۔ یہ کتاب عربی میں تھی، اس کا اردو ترجمہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شستہ اردو میں فرمایا تاکہ عربی زبان سے ناواقف اردو دان طبقہ بھی اس خزانے سے مستفید ہوسکے۔ آغاز میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کی یادگار تقریظ بھی شامل ہے۔

اس مبارک کتاب کی جدید اشاعت کی سعادت القاسم اکیڈمی نوشہرہ کو حاصل ہوئی ہے، جس کے بانی اور مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم ہیں۔ یہ کتاب اہل علم، علماء وطلبہ اور عامۃ الناس کے لیے یکساں مفید ہے۔

پانچ منٹ کا مدرسہ (ج:۱)

جمع وترتیب: مولانا محمد حنیف عبدالمجیدؒ۔ صفحات: 400۔ طباعت: عمدہ ملنے کا پتا: بیت العلم نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔ 0322-2583199

''پانچ منٹ کا مدرسہ'' مکتبہ بیت العلم کی معروف ومقبول کتاب ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر مسجد کے نمازیوں کے لیے ترتیب دی گئی ہے، کہ انہیں مختصر وقت میں دین کی بنیادی باتوں سے آگاہ کردیا جائے۔ اس میں عموماً پانچ منٹ لگتے ہیں۔ اس لیے اس کا نام ''پانچ منٹ کا مدرسہ'' رکھا گیا ہے۔

زیرنظرنسخہ اس کتاب کا پہلا حصہ ہے، جس میں محرم تا جمادی الثانیہ تک کے دورانیہ کے لیے پانچ منٹ کے اسباق ترتیب دیے گئے ہیں۔ ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے کسی ایک آیت کا ترجمہ وتشریح ہے، پھر اسی آیت سے متعلق حدیث شریف اور اس کی تشریح ہے۔ اس کے بعد ایک دعا بمع مختصر نوٹ۔ اور آخر میں ایک جامع نصیحت ہے۔ چونکہ یہ کتاب مولانا محمد حنیف عبدالمجید رحمہ اللہ نے اپنی نگرانی میں ذی استعداد علماء سے مرتب کروائی ہے اس لیے کتاب کا تمام مواد مستند ہے۔

ائمہ حضرات اگر اس کتاب کو اپنی مسجد میں کسی ایک نماز کے بعد پڑھنے کا معمول بنائیں تو ایک سال کے عرصے میں مقتدی حضرات کو ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشیات اور اخلاقیات کے متعلق معتدبہ اور کثیر مواد سننے کو مل جائے گا۔ اس کتاب کو اسکولوں اور مدرسوں میں بھی رائج کیا جاسکتا ہے، خصوصاً اسکولوں میں اسمبلی کے وقت روزانہ اس کا کچھ حصہ پڑھ کر سنا دیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔

نقوش اہل بیت (جلد اول)

مؤلف: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی۔ صفحات 406۔ قیمت: لکھی نہیں۔ ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد۔ رابطہ نمبر 0301-8525790۔

''نقوش اہل بیت'' دراصل حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو حضرات اہل بیت کرام رضوان علیہم اجمعین کے عنوان سے ہوئے۔

اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے ہمارے ہاں بہت افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو محبت اہل بیت کرام کی آڑ میں سوائے چند صحابہ کے باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہی انکار کر بیٹھا ہے۔ اس نے اہل بیت کرام کے مقدس نام پر جو افسانے تراشے ہیں وہ محیر العقول ہیں۔ اہل بیت کرام میں بھی بعض مخصوص حضرات کو اتنا بڑا درجہ دے رکھا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ نبوت کا اس سے نہایت کم تر درجہ ہے۔ ہمارے ان پڑھ سنیوں کی ایک بڑی تعداد بھی رفض کے زیر اثر اسی خیال کی حامی ہے۔

ایک طبقہ وہ ہے جس کے ہاں گویا اہل بیت کرام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ رفض کی تردید میں اتنا آگے نکل گئے کہ اہل بیت کرام کو ان کا جائز مقام بھی دینے کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔

اعتدال کی راہ کیا ہے؟ وہ آپ کو اس کتاب میں ملے گی۔ حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی دامت برکاتہم العالیہ نے اس مجموعے میں:

☆......اہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب۔

☆......اہل بیت کا مصداق۔(کہ کون کون اہل بیت میں شمار ہیں)

☆......اہل بیت اور خلفاء راشدین کا باہمی ربط وتعلق اور محبت۔

☆...... اہل بیت کرام کی صحابہ کرام سے رشتہ داریاں خصوصاً خلفائے راشدین کے ساتھ۔

☆......اوراہل بیت کرام کے حقوق کے متعلق بہت معتدل مواد پیش کیا ہے۔

جلد اول میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار پر مشتمل ہے۔امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد بھی اسی طرح حُسنِ اعتدال پر مبنی ہوگی۔

''تحقیق شناسی کے راہ نما اصول،مناہج آداب''

مولف: مولانا مفتی عبداللہ فردوس۔صفحات: 136۔طباعت: مناسب۔قیمت: لکھی نہیں۔ملنے کا پتا: دارابن الفردوس بخشالی مردان۔رابطہ۔ 0315-9336604

الحمدللہ ہمارے دینی اداروں میں مختلف موضوعات پر تحقیق کا شغف بڑھ رہا ہے۔پہلے صرف مخصوص شخصیات ہی اس میدان میں دادِ تحقیق دیا کرتی تھیں،مگر اب حالات بدل رہے ہیں۔بہت سے مدارس میں اس حوالے سے باقاعدہ شعبے قائم ہو چکے ہیں اور ہر سال ایسے علماء کی بڑی تعداد فارغ ہو رہی ہے جو تحقیقی اسلوب ومنہج اور مزاج سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔زیر نظر کتاب تحقیق کے اصول ومناہج اور آداب کے حوالے سے مختصر اور جامع مجموعہ ہے۔اس کتاب میں مفتی عبداللہ فردوس صاحب نے تحقیق کے بنیادی اصول،تحقیق کی اقسام،تحقیق کی نوعیت،تحقیق کے لیے موضوع کا انتخاب،تحقیق کا طریق کار،مصادر ومراجع سے استفادے کا طریقہ،تحقیقی کرنے والے کے ذاتی اوصاف۔وغیرہ۔اوراس سے متعلق کئی دیگر عنوانات پر قابل ذکر مواد جمع کر دیا ہے۔ہمارے خیال میں یہ کتاب تخصصات کے طلبہ کے لیے نہایت مفید ہے۔انہیں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

نوٹ: مختصر رسائل اور کتابچوں پر تبصرہ نہیں کیا جاتا تبصرے کے لیے دو کتابیں ارسال فرمائیے۔کتابیں مرکزی دفتر وفاق ملتان کے پتے پر بھیجیں۔

اشاریہ ماہنامہ وفاق المدارس ۱۴۴۶ھ

مرتب: محمد احمد حافظ

نمبر شمار	عنوان مضمون	مضمون نگار	شمارہ	صفحہ نمبر
	''صدائے وفاق''			
۱	مدارس کی آزادی وخودمختاری	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	صفرالمظفر	۳
۲	مبارک ثانی کیس، عدالت کے رُوبرو	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	ربیع الثانی	۳
۳	ان شاء اللہ ہم مسجد اقصیٰ کو آزاد دیکھیں گے	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	جمادی الاولیٰ	۸
۴	مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	رجب	۳
۵	سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہی رجسٹریشن کیوں؟	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	رجب	۲۸
۶	دینی مدارس کا اصل مقصد کیا ہے؟	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	شعبان المعظم	۳
۷	امتحانی پرچوں کی چیکنگ، احتیاط اور انصاف کے تقاضے	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	رمضان المبارک	۳
۸	طوبیٰ للغرباء، اجنبیوں کو مبارک ہو	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	شوال المکرم	۳

۹	غزہ پر مسلط جنگ اور عالم اسلام کی ذمہ داریاں	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	ذی قعدہ	۳
	''ندائے وفاق''			
۱	مدارس رجسٹریشن اور اصل حقائق	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	صفر المظفر	۱۳
۲	سپریم کورٹ میں حق کی فتح	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	ربیع الاول	۳
۳	ریاست کا تعلیمی نظام سیرت کی روشنی میں	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	ربیع الثانی	۱۷
۴	قادیانی مسلمان ہو جائیں یا دستور کو مان لیں!	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	ربیع الثانی	۲۹
۵	اِنسدادِ سود اور مدارس کے متعلق آئینی ترامیم کی منظوری	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	جمادی الاولیٰ	۳
۶	وفاق المدارس ایک تاریخ اور طویل جد وجہد کا نام ہے	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	جمادی الاولیٰ	۱۱
۷	مدارس اکاؤنٹس کی بندش مدارس کو تنگ کرنے کا تسلسل ہے	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	جمادی الثانی	۳
۸	دینی مدارس کی خدمات کیا ہیں؟	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	رجب المرجب	۳۳
	''کلمۃ المدیر''			
۱	معیشت کی تنگی اور ہمارے اجتماعی رویے	مولانا محمد احمد حافظ	محرم الحرام	۳
	''مقالات ومضامین''			

۱	قرآن کی عظمت نتائج کی روشنی میں (۱)	حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ	محرم الحرام	۶
۲	ہجری سال کا آغاز اور اس کی اہمیت	مولانا محمد یوسف خان کشمیری	محرم الحرام	۱۳
۳	قادیانیوں کی وکالت، جناب مجیب الرحمن شامی سے چند گزارشات	مولانا اللہ وسایا	محرم الحرام	۱۸
۴	اسانید حدیث میں وارد حرف ''حاء'' کی تحقیق (۱)	مفتی ابوالخیر عارف محمود	محرم الحرام	۲۹
۵	مقام صحابہ قرآن کریم کی روشنی میں	مولانا شفیق احمد اعظمی	محرم الحرام	۴۰
۶	سیدنا حسین بن علی المرتضیٰؓ	جناب عطاء محمد جنجوعہ	محرم الحرام	۴۴
۷	ائمہ وخطباء کی ذمہ داریاں	مولانا عبدالواحد رسول نگری	محرم الحرام	۴۴
۸	علماء کرام کی قدر کریں	مولانا طارق علی عباسی	محرم الحرام	۵۴
۹	دینی مدارس کی رجسٹریشن، اصل مسئلہ کیا ہے؟	مولانا عبدالقدوس محمدی	صفر المظفر	۱۸
۱۰	قرآن حکیم کی عظمت (۲)	حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ	صفر المظفر	۲۲
۱۱	اسانید حدیث میں وارد حرف ''حاء'' کی تحقیق	مولانا ابوالخیر عارف محمود	صفر المظفر	۲۹
۱۲	ارضِ ارباط احادیث کی روشنی میں	مولانا فیصل احمد ندوی	صفر المظفر	۳۷
۱۳	مبارک ثانی کیس: دینی استدلال وہی فیصلہ	محمد عرفان ندیم	صفر المظفر	۴۲
۱۴	مخلوط تعلیمی نظام کے مضر اثرات	مولانا محمد صادق مظاہری	صفر المظفر	۴۴
۱۵	پانی چوس کنوں کی اہمیت اور افادیت	عبدالمالک عباسی	صفر المظفر	۴۸
۱۶	تعارف وخدمات وفاق المدارس العربیہ پاکستان	مولانا عبدالمجید خان	صفر المظفر	۵۵
۱۷	عصر حاضر میں سیرت نبوی کی رہنمائی	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	ربیع الاول	۸
۱۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کی تحقیق	مولانا مفتی رضاء الحق	ربیع الاول	۱۶
۱۹	طبقات فقہائے حنفیہ کا ایک جائزہ	مولانا مفتی عبداللہ فردوس	ربیع الاول	۲۲
۲۰	متن حدیث حل کرنے کی تیاری اصول	مولانا مفتی طارق محمود	ربیع الاول	۳۲

۲۱	مدارس رجسٹریشن: حقیقت	مولانا مفتی منیب الرحمن	ربیع الاول	۳۶
۲۲	مدارس دینیہ: نعمت خداوندی	اشفاق اللہ جان ڈاگیوال	ربیع الاول	۴۲
۲۳	مدرسہ: وہ قطعہ بہشت، زیارت گاہ ملائک	محمد فہیم الدین بجنوری	ربیع الاول	۶۱
۲۴	علوم حدیث کی تطبیق میں افراط وتفریط	مولانا عبدالمالک	ربیع الثانی	۳۲
۲۵	کرپٹوکرنسی سود کی شکل کیسے ہو؟	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	ربیع الثانی	۴۳
۲۶	علوم حدیث کی تطبیق میں افراط وتفریط کے مظاہر (۲)	مولانا عبدالمالک	جمادی الاولیٰ	۱۸
۲۷	علم حدیث کے طلبہ کو چند قیمتی نصیحتیں	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	جمادی الاولیٰ	۲۹
۲۸	اساتذہ کے املائی نوٹس محفوظ کرنے کی ضرورت	مولانا مفتی عبداللہ فردوس	جمادی الاولیٰ	۳۶
۲۹	نامور فقیہ ماہر قانون دان ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ الزرقاء	مولانا بدر الحسن قاسمی	جمادی الاولیٰ	۴۸
۳۰	درس عبرت	مولانا مفتی منیب الرحمن	جمادی الاولیٰ	۴۸
۳۱	دینی مدارس کی رجسٹریشن میں رکاوٹ	مولانا زبیر احمد صدیقی	جمادی الثانی	۷
۳۲	دینی مدارس کے مقاصد وموضوع	ڈاکٹر مبشرین حسین رحمانی	جمادی الثانی	۱۷
۳۳	علمی انحطاط ذمہ دار کون؟ اسباب کیا؟	مولانا محمد زبیر	جمادی الثانی	۲۱
۳۴	علم الٰہی کا شرف اور امتیازی شان	مولانا محمد ابراہیم دیولا	جمادی الثانی	۲۷
۳۵	سرزمین فلسطین قرآن کریم کی روشنی میں	مولانا رفیع الدین حنیف	جمادی الثانی	۳۵
۳۶	انسانیت کے نافع بنیے	مولانا ابوجندل قاسمی	جمادی الثانی	۴۱
۳۷	مدارس دینیہ کے لیے تاریخی دن	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	رجب المرجب	۴۴
۳۸	مدارس ایکٹ، چند ضروری باتیں	مولانا عبدالقدوس محمدی	رجب المرجب	۴۶
۳۹	مدارس رجسٹریشن ایکٹ اور آرڈیننس	ڈاکٹر محمد مشتاق	رجب المرجب	۴۹
۴۰	دینی مدارس اور عربی وانگریزی	محمد عرفان ندیم	رجب المرجب	۶۲

۴۱	اصول کرخی کے تین قواعد کی تشریح	مولانا مفتی محمد طارق محمود	شعبان المعظم	۲۲
۴۲	رمضان، مومن صادق کی حیاتِ نو	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	شعبان المعظم	۳۰
۴۳	رمضان کا احترام اور ہماری کوتاہیاں	مولانا امداد الحق بختیار	شعبان المعظم	۳۵
۴۴	فضلائے کرام کی خدمت میں چند گزارشات	مولانا عبدالمتین	شعبان المعظم	۴۱
۴۵	یونیورسٹیوں اور مدارس دینیہ کے ذرائع آمدن	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	شعبان المعظم	۴۵
۴۶	اسرائیل اور غزہ، ایک تم ہو ایک ہم ہیں	احمد سراج نقشبندی	شعبان المعظم	۵۲
۴۷	وفاق المدارس محض تعلیمی بورڈ نہیں	مولانا محمد ازھر	رمضان المبارک	۱۰
۴۸	ماہِ رمضان کی برکات	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ	رمضان المبارک	۱۳
۴۹	تدبر قرآن، اہمیت وفوائد	مولانا محمد یاسر عبداللہ	رمضان المبارک	۱۹
۵۰	فساد امت اور احیائے امت	مولانا محمد فہیم الدین بجنوری	رمضان المبارک	۲۴
۵۱	امام مرغینانی کی کتاب ہدایہ کا تعارف	مفتی محمد طارق محمود	رمضان المبارک	۲۶
۵۲	شرمناک امتحان اور مثالی امتحان	پروفیسر غلام دستگیر صابر	رمضان المبارک	۴۷
۵۳	القراءۃ الراشدہ کی جدید تمارین کے ساتھ اشاعت	حضرت مولانا حسین احمد	شوال المکرم	۱۲
۵۴	علم اصول حدیث کا پس منظر اور تاریخ (۱)	مولانا محمد یاسر عبداللہ	شوال المکرم	۱۵
۵۵	درجات تخصص: مطلوبہ استعداد واہداف اور راہنما امور	مولانا عبداللہ نجیب	شوال المکرم	۲۰
۵۶	تفسیر مظہری: ایک تجزیاتی مطالعہ	مولانا زبیر احمد قاسمی	شوال المکرم	۳۲
۵۷	طلبہ میں عربی انشاء وعلمی مقالہ نگاری کے ذوق کی آبیاری	عبدالوہاب سلطان دِہروی	شوال المکرم	۴۲
۵۸	اعلامیہ قومی فلسطین کانفرنس	عبدالوہاب سلطان دِہروی	ذی قعدہ	۱۳
۵۹	علم اصول حدیث کا پس منظر اور تاریخ (۲)	مولانا محمد یاسر عبداللہ	ذی قعدہ	۱۶
۶۰	طلبہ میں عربی انشاوعلمی مقالہ نگاری کے ذوق کی آبیاری	عبدالوہاب سلطان دِہروی	ذی قعدہ	۲۸

۶۱	دینی مدارس کا تربیتی نظام۔اہداف اور چیلنجز	مولانا عبدالرب فلاحی	ذی قعدہ	۳۵
۶۲	قدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا رفیع الدین حنیف	ذی قعدہ	۴۱
۶۳	اسرائیلی جیلوں میں فلسطین قیدیوں پہ مظالم	احمد سراج نقشبندی	ذی قعدہ	۴۷
۶۴	مطالعے کی میز سے	محمد احمد حافظ	ذی قعدہ	۵۴
	’’شخصیت‘‘			
۱	مولانا سید جاوید حسین شاہ رحمہ اللہ	سید ذکر اللہ حسنی	محرم الحرام	۶۰
۲	استاذ القراء مولانا قاری محمد اسحقؒ	مولانا محمد ازہر	صفر المظفر	۵۱
۳	حضرت مولانا محمد انور بدخشانیؒ (۱)	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	ربیع الاول	۴۵
۴	حضرت مولانا محمد انور بدخشانیؒ	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	ربیع الثانی	۴۷
۵	حضرت مولانا قاضی عبدالرشیدؒ	مولانا عبدالقدوس محمدی	ربیع الثانی	۵۶
۶	حضرت مولانا محمد انور بدخشانیؒ	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	جمادی الاولیٰ	۴۳
۷	مولانا مفتی عطاء الرحمن رحمہ اللہ	ابوعمار مولانا عبدالمالک	شعبان المعظم	۵۶
۸	مولانا عبدالستار رحمہ اللہ ایک شجر سایہ	ابوالاحتشام مولانا سراج الحق	رمضان المبارک	۴۱
۹	مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی	مولانا اللہ وسایا	ذی قعدہ	۶۱
۱۰	مولانا محمد عاقل سہارنپوری	مولانا بدر الحسن قاسمی	ذی قعدہ	۶۳
	’’کارکردگی وفاق‘‘			
۱	رُوداد اجلاس مہتممین و منتظمین مدارس ضلع پشاور	مولانا مفتی سراج الحسن	صفر المظفر	۶۱
۲	وفاق المدارس صوبہ خیبر پختونخوا کی سرگرمیاں	مولانا مفتی سراج الحسن	ربیع الاول	۵۲
۳	رُوداد تعلیمی و تربیتی تدریبات ضلع دِیر بالا، چترال لوئر و اَپر	مولانا مفتی سراج الحسن	ربیع الثانی	۵۸

۴	اجلاس مسؤلین بلوچستان	مولانا مفتی سید عبدالرحیم الحسینی	جمادی الاولیٰ	۵۱
۵	اجلاس مسؤلین وفاق خیبر پختونخوا	مولانا مفتی سراج الحسن	جمادی الاولیٰ	۵۳
۶	آل دیر شعبہ تحفیظ اساتذہ کی تربیت نشست	مولانا راحت اللہ مدنی	جمادی الثانی	۴۶
۷	اخبار الوفاق	ادارہ	جمادی الثانی	۵۶
۸	اتحاد تنظیمات مدارس کی مشترکہ پریس کانفرنس	ادارہ	رجب	۲۲
۹	خدمات مدارس دینیہ کانفرس لیہ	مولانا عبدالرؤف نفیسی	رجب	۵۱
۱۰	اجلاس اتحاد تنظیمارت مدارس صوبہ خیبر پختونخوا	مولانا مفتی سراج الحسن	رجب	۶۰
۱۱	وفاق المدارس صوبہ پنجاب کا اہم اجلاس	مولانا عبدالقدوس محمدی	شعبان المعظم	۸
۱۲	وفاق المدارس کے سائے تلے ہم سب ایک ہیں	مولانا عبداللہ مدنی	شعبان المعظم	۱۱
۱۳	سالانہ اجلاس مسؤلین بلوچستان	مولانا سید عبدالرحیم الحسینی	شعبان المعظم	۶۰
۱۴	تفتیش الاوراق (امتحانی پرچوں کی جانچ پڑتال)	مولانا عبدالرزاق زاہد	رمضان المبارک	۵۰
۱۵	وفاق المدارس کے تحت سالانہ امتحانات کا انعقاد	احمد سراج نقشبندی	رمضان المبارک	۵۳
۱۶	سالانہ امتحانات کے نتائج کی تقریب اجراء	احمد سراج نقشبندی	شوال المکرم	۸
۱۷	سالانہ امتحانات کے نتائج	ادارہ	شوال المکرم	۴۶

تبصرہ کتب: **تبصرہ نگار: محمد احمد حافظ**

شمارہ صفر المظفر: زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین۔

شمارہ ربیع الاول:

۱۔کتابتِ قرآن کریم کے مختلف مراحل، مولانا ڈاکٹر قاری خلیل الرحمن۔ ۲۔رُموز محدثین انسائیکلو پیڈیا، مولانا مفتی عارف محمود۔ ۳۔تبلیغی جماعت، شیخ الحدیث مولانا زاہدالراشدی۔ ۴۔ چند معاصر مذاہب کا تعارفی مطالعہ۔ ۵۔تجلیات قرآن، مولانا منیر احمد منور۔ ۶۔احسن الکلام فی حدیث خیر الانام۔ ۷۔ برکات حسان، مولانا اصغر علی۔ ۸۔ بیماریوں سے شفا اور صحت، مولانا محمد حنیف بن عبدالمجید۔

شمارہ جمادی الاولیٰ:

۹۔فضائل حفاظ القرآن۔ ۱۰۔ جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان۔۱۱۔فتح ابواب الدعا۔ ۱۲۔دفاع قراءات۔ ۱۳۔تحفۃ المرءاۃ فی دروس المشکوٰۃ۔ ۱۴۔عمدۃ المفہم فی حل مقدمۃ المسلم۔ ۱۵۔ماینفع الناس فی شرح قال بعض الناس۔ ۱۶۔زبدۃ المقصود فی حل قال ابوداؤد۔ ۱۷۔نصرۃ الراوی فی نظر الطحاوی۔ ۱۸۔رہنمائے مدرسین۔(یہ تمام تالیفات حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ کی ہیں)

شمارہ جمادی الثانی:

۱۹۔تعزیت کے احکام، مسائل اور فضائل، مولانا محمد ابراہیم الشریم۔ ۲۰۔حضرت مولانا مفتی محمود، ایک عہد ساز شخصیت، تالیف: حضرت مولانا زاہد الراشدی۔ ۲۱۔مجموعۃ الرسائل الثلاثۃ (تاریخ علم قراءات، تاریخ علم تجوید، ہدیہ طاہریہ فی الایات القرآنیہ، مولانا قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ۔

شمارہ شعبان المعظم:

۲۲۔حیات وخدمات شہید مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ، تالیف: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی۔ ۲۳۔ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت ”شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی، ترتیب: مولانا عمادالدین۔ ۲۴۔ ناموس کے اثرات کی شرعی حقیقت، مولانا مفتی سید انور شاہ۔ ۲۵۔خطبات بشیر فی سیرت سراج منیر، مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر۔

نوٹ: ماہِ ذوالحجہ کے مضامین کا اشاریہ اس میں شامل نہیں ہے۔ذوالحجہ کے مضامین کی تفصیلات اسی شمارے میں ملاحظہ کیجیے۔